ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
www.tanzeem.org
17
2 تا 8 جمادی الاولیٰ 1430ھ / 28 اپریل تا 4 مئی 2009ء

اس شمارے میں

پاکستان کی عوامی قوتوں کی......

اسلامی سزاؤں کے خلاف ہرزہ سرائی

اجیر اور مستاجر میں باہمی تعلق

اسلام، مسلمان اور موجودہ عالمی صورتحال

خلافت کے قیام کا سنہری موقع

الٰہی خیر میرے آشیاں کی

نفاذ شریعت، سوات اور پاکستان

ڈرون حملوں کے خلاف
تنظیم اسلامی کے احتجاجی مظاہرے

آج کی ــــ مغرب کی بالادستی ــــ کا راز

مشہور زمانہ کتاب 'تہذیبوں کا تصادم' کے مصنّف

سیموئل پی ہنٹنگٹن ــــ کا اعتراف

(ترجمہ و تلخیص عبدالمجید طاہر، باب 2، صفحہ 46,42)

''ــــ 1500ء سے 1750ء کے درمیانی عرصے میں پہلی عالمی سلطنت کو قائم کرنے میں مغرب والوں کی کامیابی کا دارومدار ان کی جنگی استعداد میں اضافہ پر تھا، جس کو فوجی انقلاب کا نام دیا گیا ہے۔

مغرب نے دنیا کو اپنے نظریات یا اقتدار یا مذہب میں برتری کی وجہ سے فتح نہیں کیا تھا، بلکہ اس وجہ سے فتح کیا کہ منظم تشدد کرنے میں اس کو برتری حاصل تھی۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کو مغرب کے لوگ تو بھول جاتے ہیں لیکن غیر مغربی لوگ فراموش نہیں کر سکتے......''

''ہر تہذیب خود کو دنیا کا مرکز تصور کرتی ہے اور اپنی تاریخ کو انسانی تاریخ کے مرکزی ڈرامے کی طرح تحریر کرتی ہے۔ یہ قول دوسری تہذیبوں کے برعکس مغرب پر زیادہ صادق آتا ہے۔ تاہم اس انداز کے ایک تہذیب کی برتری والے تصورات کی جگہ کثیر تہذیبی تصورات رواج پا رہے ہیں۔ تہذیبوں کے سکالرز نے بہت پہلے اس حقیقت کو بھانپ لیا تھا اور ٹائن بی جیسے عظیم مؤرخوں نے مغرب کی تنگ نظری پر تنقید کی تھی، تاہم بیسویں صدی کے آخری سالوں میں تنگ نظری پر استوار اس تصور کو فروغ ہوا کہ مغرب کی تہذیب اب دنیا کی آفاقی تہذیب ہے۔''

الھدیٰ (369)

سورۃ الاعراف

(آیات 126-127)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿ وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ؕ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ۞ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ۞﴾

’’اور اس کے سوا تجھ کو ہماری کون سی بات بُری لگی ہے کہ جب ہمارے پروردگار کی نشانیاں ہمارے پاس آ گئیں تو ہم اُن پر ایمان لے آئے۔ اے پروردگار! ہم پر صبر واستقامت کے دہانے کھول دے اور ہمیں (ماریو تو) مسلمان ۔ اور قوم فرعون میں جو سردار تھے، کہنے لگے کہ کیا آپ موسیٰؑ اور اُس کی قوم کو چھوڑ دیجیے گا کہ ملک میں خرابی کریں اور آپ سے اور آپ کے معبودوں سے دستکش ہو جائیں۔ وہ بولے کہ ہم اُن کے لڑکوں کو تو قتل کر ڈالیں گے اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیں گے اور بے شبہ ہم اُن پر غالب ہیں۔‘‘

جادوگروں نے اپنے ایمان کا اعلان کیا تو فرعون نے انہیں سولی پر لٹکانے کی دھمکی دی۔ اس پر وہ کہنے لگے، تو ہم سے صرف اس بات کا انتقام لے رہا ہے کہ ہم اپنے رب کی آیات پر ایمان لے آئے، جب وہ ہمارے پاس آ چکیں۔ پھر انہوں نے اپنے رب کے حضور دعا کی، اے ہمارے رب! ہمیں وافر صبر عطا فرما اور ہمیں مسلمانوں ہی کی حیثیت سے وفات دے، یعنی ایسا نہ ہو کہ فرعون کی سختیاں جھیلتے ہوئے ہمارے صبر کا دامن ہاتھوں سے چھوٹ جائے اور ہم دوبارہ کفر میں لوٹ جائیں۔ اے اللہ! ہمیں صبر، ثبات اور استقامت عطا فرما۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام دعوت وتبلیغ کے کام میں لگے ہوئے تھے اور بنی اسرائیل کو منظم کر رہے تھے۔ نوجوان حضرت موسیٰؑ کی دعوت سے متاثر ہو کر ان کے گرد جمع ہو رہے تھے۔ اس بات نے فرعون کے سرداروں کو فکر مند کیا۔ وہ فرعون سے کہنے لگے، اے ملک معظم! کیا آپ موسیٰؑ کو اسی طرح کھلی چھٹی دیئے رکھیں گے اور اس کی قوم کو بھی چھوڑے رکھیں گے کہ وہ زمین میں فساد مچاتے پھریں، پھر تو یہ سب لوگ جمع ہو کر بڑی قوت بن جائیں گے اور ہمارے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے، بغاوت ہو جائے گی۔ اس طرح تو وہ آپ کو بھی چھوڑ دیں گے اور آپ کے الٰہ کو بھی چھوڑ دیں گے۔ یاد رہے کہ اُن کے کئی باطل معبود تھے۔ اُن کا سب سے بڑا معبود سورج تھا۔ وہ صرف فرعون ہی کو خدا نہیں مانتے تھے۔ فرعون کی خدائی یہ تھی کہ وہ سیاسی طور پر اقتدار میں تھا، با اختیار تھا اور ملک میں اُس کا حکم چلتا تھا، وہ حاکمیت اعلیٰ (Sovereignity) کا دعویدار تھا۔ نمرود کا بھی یہی دعویٰ تھا۔ اپنے سرداروں کی یہ بات سن کر فرعون کہنے لگا، ہم عنقریب ان کے بیٹوں کو قتل کر دیں گے اور ان کی بیٹیوں کو زندہ رکھیں گے۔ بنی اسرائیل پر یہ آزمائش دوسری دفعہ آئی تھی۔ اوّل موسیٰؑ کی ولادت سے قبل فرعون نے خواب دیکھا تھا جس کی تعبیر میں نجومیوں نے بتایا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص پیدا ہوگا جو تمہاری حکومت کا تختہ الٹ دے گا، تو اُس نے یہی کہا کہ اسرائیلیوں کے ہاں پیدا ہونے والے ہر بچے کو فوراً قتل کر دیا جائے اور لڑکیوں کو زندہ رکھا جائے۔ اب اس کے 45,40 سال بعد یہ دوسرا مرحلہ آ گیا، جب سرداروں نے فرعون کو کہا جس کو تم مشتِ غبار سمجھ رہے ہو یہ تو آندھی بن رہی، یہ تو طوفان بن جائے گا تو کیا کرو گے، اگر موسیٰؑ تمہارے خلاف تحریک چلانے میں کامیاب ہو گئے تو کیا ہوگا۔ Nip the evil in the bud۔ وہ چاہتے تھے کہ موسیٰؑ کو قتل کر دیا جائے، لیکن اُس شخص کے دل میں اللہ نے موسیٰؑ کی محبت ڈالی ہوئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ فرعون جو بے اولاد تھا، اور جس کی بیوی آسیہ اسرائیلی تھی، موسیٰؑ اُن کے ہاں، بچپن میں شہزادوں کی طرح پلے بڑھے تھے۔ فرعون نے یہ فیصلہ کیا کہ موسیٰؑ کو قتل نہ کیا جائے بلکہ بنی اسرائیل میں جو لڑکا پیدا ہو، اُسے قتل کر دیا جائے، تا کہ اُن کی قوت بن ہی نہ سکے۔ وہ اپنے سرداروں کو کہنے لگا، گھبراؤ نہیں، ہم اُن پر پوری طرح چھائے رہیں گے۔ ہماری طاقت ہے، لاؤ لشکر ہے۔ موسیٰؑ ہمارا کیا بگاڑ لے گا۔ کیا یہ ہمارے خلاف بغاوت کرا لے گا؟

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

یہود ونصاریٰ کی نقل

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتّٰى لَوْ دَخَلُوْا جُحْرَ ضَبٍّ لَا تَّبَعْتُمُوْهُمْ)) قِيْلَ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَلْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰى ؟قَالَ :((فَمَنْ؟)) (متفق علیہ)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’تم پہلی امتوں کی پیروی ضرور کرو گے اور ٹھیک انہی کے طریقوں پر چلو گے یہاں تک اگر وہ گوہ کے بل میں گھسیں گے تو تم بھی ان کے پیچھے اسی میں گھسو گے۔‘‘ کسی نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ، کیا اس سے آپ کی مراد یہود اور نصاریٰ ہیں؟ فرمایا: ’’اور کون؟‘‘۔

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پاکستان کی عوامی قوتوں کی خدمت میں چند گزارشات

آصف علی زرداری نے جاپان میں ایک کانفرنس میں حاضرین کو تسلی دیتے ہوئے کہا کہ سوات میں عدل ریگولیشن نافذ کیا گیا ہے، نظامِ شریعت نافذ نہیں کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ کیا ایسے شخص کو اس مملکت کا سربراہ تسلیم کیا جاسکتا ہے جس کی بنا لا الٰہ الا اللہ پر رکھی گئی تھی، جسے مدینہ کے بعد پہلی اسلامی ریاست ہونے کا اعزاز حاصل ہوا، جسے مملکت خداداد پاکستان کہا جاتا ہے، جس کے آئین میں قراردادِ مقاصد موجود ہے، جس میں یہ واشگاف اعلان موجود ہے کہ اقتدارِ اعلیٰ اور حاکمیتِ مطلق صرف اللہ رب العزت کی ہے، جس کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے اور جس کے آئین میں واضح طور پر درج ہے کہ کوئی قانون سازی قرآن اور سنت کے خلاف نہیں کی جاسکتی۔ لہٰذا یہ ریگولیشن اگر شرعی تقاضوں کے مطابق ہے تو آئین کی روح کے عین مطابق ہے۔ تو کیا اس صورت میں اس بیان کے بعد آصف علی زرداری پاکستان میں کسی آئینی ذمہ داری کی ادائیگی کے اہل رہتے ہیں۔ المیہ یہ ہے کہ قانون جسے اصلاً اور اصولاً اندھا ہونا چاہیے، اس کی باقاعدہ دو آنکھیں ہیں۔ ایک سے وہ حکمرانوں کو دیکھتا ہے اور دوسری سے عوام کو دیکھتا ہے۔ وگرنہ نااہل قرار پانے کے لیے موصوف کا یہ بیان کافی تھا کہ وعدے کوئی قرآن اور حدیث نہیں ہوتے۔ ان کے اس بیان پر آئین کی دفعہ 61‘ 62 کا اطلاق ہوتا تھا اور انہیں نااہل قرار دے دیا جانا چاہیے تھا۔ بہرحال یہ تو رہی آئینی اور قانونی بات۔ سیاسی سطح پر بھی ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ اسلام دشمنی کے ساتھ ساتھ حماقتِ عظمیٰ کا ارتکاب بھی ہے۔ ان کے نزدیک دنیا میں صرف عقل کے اندھے اور احمق ہی بستے ہیں۔ انہوں نے یہ کہتے ہوئے بھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی کہ میں چیف جسٹس افتخار محمد چودھری کو بحال کرنا چاہتا تھا اور صرف عبدالحمید ڈوگر کی ریٹائرمنٹ کا منتظر تھا۔

ہم نے صدر مملکت کی ذہنی کیفیت کے بیان کے لیے اتنے حروف اس لیے خرچ کیے اور اس کا تفصیلی پوسٹ مارٹم اس لیے کیا ہے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ پاکستان کو اس وقت انتہائی ذہین و فطین قیادت کی ضرورت ہے، جس کا ویژن بڑا وسیع ہو اور جس میں اتنی اہلیت و صلاحیت ہو کہ وہ موجودہ عالمی سیاست اور ابلیسی قوتوں کے عزائم کو سمجھ سکے۔ ہم یہ توقع تو نہیں کرتے تھے کہ ذوالفقار علی بھٹو کا داماد اور بے نظیر بھٹو کا سرتاج بڑا اسلام دوست شخص ہوگا، لیکن یہ توقع بھی نہ تھی کہ وہ اتنا عقل سے عاری شخص ہوگا کہ عوام کے رخ اور اس کی سوچ کا رتی برابر ادراک نہ رکھتا ہو۔ ہمارے نزدیک کسی شخص کے احمق اور بے وقوف ہونے کی سب سے بڑی نشانی یہ ہے کہ وہ دنیا کو بے وقوف اور احمق سمجھے۔ لیکن ہمارا ایمان ہے کہ کوئی شخص ناقابل اصلاح نہیں ہوتا۔ زرداری صاحب اگر یوٹرن لے لیں، اپنے سابقہ اعمال سے تائب ہو جائیں، ایسے مشیروں سے نجات حاصل کر لیں جو انہیں دھاکہ خیز کارروائیوں کے مشورے دیتے رہتے ہیں، اور خود کو اللہ کے ہاں مسئول سمجھ کر ملک و قوم کی خدمت کریں تو کچھ ناممکن نہیں ہے، وہ اپنا کھویا ہوا وقار بحال کر سکتے ہیں۔

ہم ملک میں دوسری بڑی سیاسی قوت یعنی مسلم لیگ (ن) کے قائد میاں محمد نواز شریف سے بھی گزارش کریں گے کہ وہ اس کوشش میں اپنا وقت صرف نہ کریں کہ وہ کس طرح امریکہ کے لیے قابل قبول بنیں بلکہ وہ خود کو اللہ اور اس کی مخلوق کے لیے قابل قبول بنائیں۔ ماضی قریب میں ایران کے رضا شاہ پہلوی اور پاکستان کے جنرل پرویز مشرف سے زیادہ امریکہ کی کاسہ لیسی کس نے کی ہوگی؟ لیکن جب ان کی اپنی قوم ان کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی تو امریکہ نے دونوں سے آنکھیں پھیر لیں۔ دانا شخص وہ ہے جو دوسروں کے تجربہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی راہ سیدھی کرے۔ میاں محمد نواز شریف کو یہ بھی یاد دلانے کی ضرورت ہے کہ لوگ عدل کے دیوانے تھے

تا خلافت کی بنا‘ دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 18 — شمارہ 17
2 تا 8 جمادی الاولیٰ 1430ھ
28 اپریل تا 4 مئی 2009ء

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد‘ طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس‘ ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔ اے علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور۔54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔54700
فون: 03-5869501
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 10 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 300 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا------------------- (2000 روپے)
یورپ‘ ایشیا‘ افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ‘ کینیڈا‘ آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ‘ منی آرڈر یا پے آرڈر
”مکتبہ خدام القرآن“ کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

”ادارہ“ کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اور عدل کی خواہش میں سڑکوں پر نکلے تھے۔ اگر سوسائٹی عدل سے محروم رہتی ہے تو چیف جسٹس افتخار محمد چودھری ہو یا ڈوگر، کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔ اگر وہ معاشرے کو عدل فراہم نہ کر سکے تو اُن کی مقبولیت کا گراف زرداری سے زیادہ تیزی سے نیچے آئے گا۔ یہ قوم جتنا اوپر اٹھاتی ہے اتنے ہی زور سے زمین پر دے مارتی ہے۔ نواز شریف اوبامہ کے مداح چھوڑ، عاشق ہونے کا دعویٰ کریں، کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟ لیکن یاد رکھیں کہ اوباما کی حیثیت شو بوائے کی ہے، وہ کٹھ پتلی ہے، اور اس کی طنابیں اسلام اور مسلمانوں کے بدترین دشمن یہودیوں کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ ان کی اجازت اور مرضی کے بغیر ایک انچ ادھر سے ادھر نہیں ہو سکتا۔ مستقبل قریب میں نواز شریف کو ایسا پاکستان مل سکتا ہے جس کا جسم زخموں سے چور ہو اور اس کو نوچنے کے لیے گدھ اور خوفناک بلائیں اس پر منڈلا رہی ہوں گی۔ میاں صاحب! آپ کی صلاحیتوں کا اس وقت امتحان ہوگا۔ ہماری رائے میں آپ کو اس حکیم کے لونڈے سے دوا لینے کی ضرورت نہیں جو اس بیماری اور بدحالی کا ذمہ دار ہے۔

پاکستان میں تیسری قوت دینی جماعتوں کو قرار دیا جا سکتا ہے۔ ہم قبل ازیں انتخابات میں حصہ لینے والی دینی جماعتوں کی خدمت میں بہت کچھ عرض کر چکے ہیں۔ آج ہم مالاکنڈ کے بے تاج بادشاہ مولانا صوفی محمد کی خدمت میں چند گزارشات پیش کریں گے۔ ہم انہیں مالاکنڈ ڈویژن میں شرعی عدالتی نظام کے قیام پر دلی مبارک باد دیتے ہیں۔ البتہ یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ان کا اصلی امتحان اب شروع ہوا ہے۔ ہماری رائے میں انہیں فی الحال اپنی اس کامیابی کو ہی مستحکم کرنا چاہیے، غیر ضروری اور غیر متعلق مسائل میں خود کو الجھانا نہیں چاہیے۔ جمہوریت کفر ہے یا اسلام، اس پر اس وقت تبصرہ کریں جب انتخابات کا معرکہ درپیش ہوگا اور انہیں اس میں حصہ لینے کے لیے کہا جائے گا۔ جس آئین میں یہ درج ہو کہ قرآن اور سنت کے خلاف کوئی قانون سازی نہیں کی جا سکتی اس کے تحت کام کرنے والی سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے بارے میں رائے دینے سے پہلے اپنے ہی مسلک کے علمائے کرام بلکہ مفتیانِ کرام سے مشورہ اُن پر لازم ہے۔ ہم ان کی خدمت عالیہ میں صرف یہ عرض کریں گے کہ حکمت مؤمن کا بڑا کارآمد ہتھیار ہے۔ شرک اور بت پرستی سے جو نفرت حضور ﷺ کے سینہ مبارک میں تھی، وہ کائنات میں کسی اور کو نہیں ہو سکتی۔ تب بھی آپ ﷺ نبوت کے تیرہ سال اس حرم شریف میں فریضۂ عبودیت ادا کرتے رہے جس کے اندر تین سو ساٹھ بت موجود تھے۔ انہیں حکمت سے کام لیتے ہوئے آگے بڑھنے سے پہلے اپنی اس کامیابی کو مستحکم کرنا چاہیے، جسے بلاخوف تردید ایک عظیم کامیابی کہا جا سکتا ہے۔ دشمنانِ دین ان کے اس طرح کے بیانات سے فائدہ اٹھا کر خاموش اکثریت کی ہمدردیاں حاصل کر لیں گے۔ لہٰذا دین کے حوالے سے آنے والے کل میں انہیں پیش رفت میں مشکل پیش آئے گی۔ وطن عزیز میں یہی تین عوامی قوتیں ہیں جن کی کارکردگی پر آنے والے دنوں میں پاکستان کے روشن یا تاریک مستقبل کا انحصار ہے جن کی خدمت میں ہم نے خلوص نیت سے یہ ادنیٰ مشورے پیش کیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو۔

پرواز

[بالِ جبریل]

کہا درخت نے اِک روز مُرغِ صحرا سے
ستم پہ غمکدۂ رنگ و بو کی ہے بُنیاد!
خدا مجھے بھی اگر بال و پر عطا کرتا
شگفتہ اور بھی ہوتا یہ عالمِ ایجاد!
دیا جواب اُسے خُوب مُرغِ صحرا نے
غضب ہے داد کو سمجھا ہوا ہے تو بیداد!
جہاں میں لذّتِ پرواز حق نہیں اس کا
وجود جس کا نہیں جذبِ خاک سے آزاد

اِس نظم میں علامہ اقبال نے تمثیل کے پردے میں یہ حقیقت واضح کی ہے کہ "جس شے کا وجود" جذبِ خاک سے آزاد نہیں ہے، وہ لذتِ پرواز سے بہرہ اندوز نہیں ہو سکتی۔ اقبال کے فلسفے کا مطالعہ کرنے والوں پر یہ حقیقت واضح ہے کہ اُن کی شاعری میں ہر صفحے پر جذبِ خاک اور لذتِ پرواز کا موازنہ، اور لذتِ پرواز کی فضیلت کے دلائل صاف نظر آتے ہیں، بلکہ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ اقبال کا پورا فلسفہ اور فکری نظام اِسی بنیادی نقطے پر مبنی ہے کہ خاک کے مقابلے میں پرواز یا عقل کے مقابلے میں عشق یا مادے کے مقابلے میں روح کی برتری ثابت کی جائے۔ انہوں نے اس نازک اور پیچیدہ مسئلے کو دو کرداروں (درخت اور مرغِ صحرا) کے مکالمے اور اُن کی ذاتی صلاحیت کی بنیاد پر واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ جو شخص سطحی نظر کا حامل ہوتا ہے، وہ عملی طور پر نہ ترقی کر سکتا ہے نہ زندگی میں عروج ہی حاصل کر سکتا ہے کہ بلند پروازی کے لیے بلند حوصلے کی ضرورت ہوتی ہے۔

1۔ ایک درخت نے ایک روز ایک پرندے سے کہا کہ اگر اللہ مجھے بھی تیری طرح پرواز کی طاقت عطا کرتا تو یہ دنیا اور بھی دلکش ہو جاتی، لیکن افسوس کہ اِس غم کدۂ رنگ و بُو (دنیا) کی بنیاد ظلم و ستم پر رکھی گئی ہے، یعنی قدرت نے مجھ پر بڑا ظلم کیا ہے کہ مجھے قوتِ پرواز عطا نہیں کی۔

2۔ درخت نے کہا، اگر تیری طرح میں بھی بال و پر رکھتا تو اُڑ کر بلندیوں پر پہنچ سکتا تھا، اور اس دنیا کی چہل پہل اور شگفتگی میں مزید اضافہ ہو جاتا۔

3۔ پرندے نے درخت کو جواب دیا کہ تُو اپنی کم فہمی کی وجہ سے داد (انصاف) کو بے داد (ظلم) سمجھتا ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ قدرت نے تیرے ساتھ ہرگز کوئی ظلم نہیں کیا۔

4۔ اِس شعر کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ چونکہ درخت کی جڑیں، زمین میں دُور تک پھیلی ہوئی ہوتی ہیں، اس لیے درخت کے لیے پرواز کرنا محال عقلی ہے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ جب تک کوئی شے مادّے سے اپنا رابطہ منقطع نہ کرے، وہ روحانی ترقی نہیں کر سکتی۔

اس تمثیل سے اقبال کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ اگر انسان رُوحانی ترقی حاصل کرنا چاہتا ہے تو اُسے مادی زندگی سے اپنا تعلق منقطع کرنا پڑے گا۔ درخت ہوا میں نہیں اُڑ سکتا، کیونکہ اُس کی جڑیں زمین کے اندر مادّے کے ساتھ پیوست ہو چکی ہیں۔ اسی طرح وہ انسان، روحانیت میں ترقی نہیں کر سکتا، جس کا نفس مادیات کے ساتھ پیوستہ ہو چکا ہے۔

ویڈیو کلپ کے حوالے سے

اسلامی سزاؤں کے خلاف ہرزہ سرائی اور دہشت گردی کی حقیقت

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 10 اپریل 2009ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[آیاتِ قرآنی کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

حضرات! گزشتہ دنوں ملک بھر میں الیکٹرانک میڈیا پر چلائی جانے والی ایک ویڈیو کلپ کے حوالے سے طوفان بدتمیزی اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس ویڈیو کلپ میں دکھایا گیا کہ سوات کے علاقے میں چاند بی بی نامی ایک لڑکی کو بطور سزا کوڑے مارے جا رہے ہیں۔ اس حوالے سے پروپیگنڈے کا جو طوفان اٹھا، اُس میں دانشوروں، تجزیہ کاروں اور بعض رجالِ دین کی طرف سے بہت سی ایسی باتیں کہی گئیں جو دینی و ملی اعتبار سے ہمارے لئے انتہائی تشویشناک ہیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ قطع نظر اس سے کہ یہ ویڈیو جعلی ہے یا اصلی، اِس پر تبصرہ کرتے ہوئے جس طرح اسلامی سزاؤں پر تنقید کی گئی، اور عورت کو سرِعام کوڑے مارنے کو بڑی زیادتی قرار دیا گیا، یہ اللہ کے عذاب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ جرم کی سزا کے موقع پر لوگوں کا اِس کا مشاہدہ کرنا اسلام کی تعلیم ہے۔ اِس کا مقصد یہ ہے کہ لوگ اِس سے عبرت حاصل کریں۔ جن لوگوں نے اِس پر تنقید کی، کیا انہوں نے قرآن پاک کا مطالعہ نہیں کیا۔ قرآن حکیم میں زانیہ اور زانی کی سزا کی تنفیذ کے حکم کے ساتھ یہ ہدایت بھی دی گئی ہے اس موقع پر مسلمانوں کا ایک گروہ موجود رہے۔ اِس سزا کا ذکر سورۃ النور کی آیت 2 میں ہے۔ سورت کا آغاز بڑے غیر معمولی انداز میں ہوا ہے۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب کی عظمت بیان کی گئی ہے، اور پھر سزا کا تذکرہ ہے۔ فرمایا:

> ”یہ ایک سورت ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے اور اِسے فرض کیا ہے اور اِس میں واضح آیات نازل کی ہیں، تا کہ تم دیکھو۔ زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو اور اُن پر ترس کھانے کا جذبہ اللہ کے دین کے معاملے میں تم پر دامن گیر نہ ہو، اگر تم اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے۔ اور اِن کو سزا دیتے وقت اہل ایمان کا ایک گروہ موجود رہے۔“ (آیات: 1,2)

یہاں زانیہ اور زانی کی سزا کے بارے میں یہ بات فرمائی گئی کہ اُن میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔ یاد رہے کہ یہ سزا غیر شادی شدہ مجرموں کے لئے ہے۔ اگر شادی شدہ مرد و عورت جرم زنا کا ارتکاب کریں تو اُن کی سزا رجم ہے، یعنی پتھر مار مار کر ہلاک کر دینا۔ اِس پر تمام اہلسنت والجماعۃ کا اتفاق ہے۔ دوسرے یہ کہ اللہ کے اِس حکم کو نافذ کرتے وقت تمہیں کوئی نرمی اور رافت دامن گیر نہیں ہونی چاہیے۔ یہ اللہ کا حکم ہے، اِسے بہر صورت نافذ کرنا ہے، اگر واقعی تم اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ تیسری ہدایت یہ دی گئی کہ جب یہ سزا نافذ کی جا رہی ہو، تو چاہیے کہ مسلمانوں کا ایک گروہ اِس کا مشاہدہ کرے۔ غرض یہ ہے کہ اِس سے عبرت حاصل ہو۔

یہاں یہ بات بھی واضح کر دی جائے اسلام سزا کے معاملے میں حد درجہ احتیاط کی تعلیم دیتا ہے۔ اُس کا منشاء یہ ہے کہ خواہ ایک ہزار گناہ گار چھوٹ جائیں، مگر ایک بھی بے گناہ کو سزا نہ ملے۔ جب تک جرم آخری درجے تک ثابت نہ ہو جائے، سزا نہ دی جائے۔ اِسی لئے اِن جرائم کے ثبوت کے لئے شہادت کا نصاب بھی بڑا سخت رکھا گیا ہے۔ اسلام تو یہ کہتا ہے کہ جرم پورے طور پر ثابت ہونا چاہیے۔ اگر ذرا بھی شک ہو تو اِس کا فائدہ ملزم کو دیا جائے۔ شک کی بنیاد پر سزا تو درکنار حبس بے جا میں رکھنے کی بھی اجازت نہیں، جیسا کہ ہمارے ہاں ہوتا ہے۔ ہاں جب پورے طور پر جرم ثابت ہو جائے تو مجرم کو سخت ترین اور عبرت ناک سزا دی جائے، جسے دیکھ کر دوسرے لوگ بھی اُس جرم سے باز رہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے دین نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ محض سنی سنائی بات کو آگے بیان نہ کیا جائے، بلکہ پہلے اُس کی تحقیق کی جائے، حدیث شریف میں آتا ہے کہ کسی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ وہ سنی سنائی بات کو آگے بیان کر دے۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ایک پرائیویٹ ٹی وی چینل نے بغیر تحقیق کے یہ کلپ چلا دی، اور پھر اُس کی دیکھا دیکھی دوسرے چینل بھی اِسے نشر کرنے لگے۔ کسی نے بھی تحقیق و تفتیش کرنے کی دینی اور پیشہ ورانہ ذمہ داری ادا کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ ہمارے معاشرے میں حوا کی بیٹی کے ساتھ آئے روز ظلم و زیادتی کے واقعات سامنے آتے ہیں، مگر اُن کے خلاف تو کوئی این جی او آواز نہیں اُٹھاتی، مگر یہاں معاملہ اسلام کو بدنام کرنے اور شریعت اسلامی سے تنفر پیدا کرنے کا تھا، لہٰذا میڈیا کے اینکر پرسن، نام نہاد دانشوروں، مغربی ایجنڈے پر کام کرنے والی این جی اوز کے کارپردازان اور سیکولر حلقوں نے آسمان سر پر اُٹھا لیا اور ساری دنیا میں شور مچا دیا، یہاں تک کہ اقوام متحدہ کے جنرل سیکرٹری بان کی مون کو بھی چیخ پڑے کہ یہ انسانی حقوق کے منافی ہے۔ عجیب بات ہے کہ ایک جعلی ویڈیو پر تو انسانی حقوق سب کو یاد آ گئے مگر عالم اسلام پر یلغار کرتے ہوئے امریکہ ایک عرصے سے انسانی حقوق کی جن بدترین خلاف ورزیوں کا مرتکب ہو رہا ہے، اُن پر کہیں سے بھی صدائے احتجاج بلند نہیں ہوتی۔

اِس ویڈیو کے نشر ہونے پر مغرب زدہ اور اُن کے ایجنڈے پر کام کرنے والوں نے نظام شریعت پر تنقید کی اور سوات میں عدل ریگولیشن کے حوالے سے بھی یہ شور مچایا کہ ہمیں طالبان کا اسلام نہیں چاہیے۔ ”طالبان کا اسلام“ کہہ کر شریعت کی مخالفت کیوں کی جا رہی ہے؟ نفاذِ شریعت تو ہماری ذمہ داری ہے، یہ اختیاری چیز نہیں، لازمی شے ہے اور ہمارے ایمان کا لازمی تقاضا ہے، اور یہ کوئی نیا معاملہ بھی نہیں ہے۔ شریعت کم و بیش ہر دور میں نافذ چلی آتی رہی ہے۔ برصغیر پر ہم مسلمانوں نے تقریباً ایک ہزار برس تک حکومت کی۔ یہاں مسلمان کم تھے اور ہندو اکثریت میں تھے۔ لیکن مغل حکمرانوں میں سے بہت سے تھے جنہوں نے یہاں شریعت نافذ کی۔ یہاں سیاسی نظام اگرچہ ملوکیت پر مبنی تھا تاہم مسلمان حکمرانوں نے رومن لا یا ہندو کا قانون نافذ نہیں کیا بلکہ اسلامی شریعت کے مطابق فیصلوں کا اہتمام کیا۔ لوگوں کے فیصلے شریعت کے مطابق قاضی اور مفتی

کرتے رہے۔ ہم نے تو یہ ملک ہی اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا۔ یہاں اکثریت مسلمان ہے۔ یہاں شریعت کی مخالفت کیوں کی جا رہی ہے؟ کیا آپ کو اللہ کا قانون پسند نہیں؟ اگر ایسا ہے تو یہ دین کے ساتھ غداری ہے۔ اسلامی سزاؤں پر ناقدانہ بیانات اسی کا مظہر ہیں۔ کیا ایک عورت جرم کا ارتکاب کرے تو اُسے سزا نہیں ملے گی۔ کیا عورت زنا یا چوری کی مرتکب ہو تو وہ سزا سے مستثنیٰ ہوگی۔ اگر نہیں تو پھر شریعت اور اسلامی سزاؤں کے خلاف زبان طعن کیوں دراز کی گئی! کیا اللہ کے قانون اور محمد رسول اللہ کی شریعت کو ہدف تنقید بنایا جا رہا ہے؟ جرم کوئی بھی کرے، خواہ مرد کرے خواہ عورت، دونوں کو اُس کی سزا ملے گی۔ ہاں یہ نہیں ہوگا جرم ایک آدمی کرے اور اُس کی سزا پورے قبیلے کو دی جائے۔ ایک آدمی کی بجائے تین آدمیوں کو سزا دی جائے۔ عربوں میں یہ چیز عام تھی۔ قرآن حکیم نے اِس کی اصلاح کی اور پیغمبر انقلاب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے نوع انسانی کو کامل عدل پر مبنی نظام عدل وقسط عطا فرمایا۔ اِس نظام کی برکات دنیا نے دور نبوی اور دور خلافت راشدہ میں دیکھیں، جس کا اپنے ہی نہیں غیر بھی اعتراف کرتے ہیں۔ اسی نظام عدل کی کچھ جھلک اِس دور میں طالبان نے افغانستان کے ذریعے دنیا کو دکھائی۔ وہ طالبان کہ جنہیں دشمن اجڈ، گنوار اور دقیانوسی قرار دیتے ہیں، انہوں نے تہذیب وشائستگی اور حسن اخلاق کی ایسی اعلیٰ مثالیں قائم کیں جن کا مہذب ہونے کے دعویدار مغربی چنگیز تصور بھی نہیں کرسکتے۔ طالبان کی قید میں رہنے والی برطانوی صحافی ایون ریڈلی اور امریکی درندوں کے ہاتھوں میں قید ڈاکٹر عافیہ صدیقی کے حالات کے تقابلی مطالعے سے اس کا بآسانی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ طالبان کے ہاتھوں شریعت کے نفاذ سے بدامنی اور لاقانونیت کا شکار افغانستان تھوڑے ہی عرصے میں کرائم فری سٹیٹ بن گیا۔ لوگوں سے ہتھیار واپس لے لئے گئے۔ پوست کی کاشت کا خاتمہ ہوگیا۔ لوگوں کو فوری اور سستا انصاف میسر آنے لگا، جس سے جرائم ختم ہوگئے۔

آج ہمارا ملک بھی سخت داخلی انتشار کا شکار ہے۔ امن وامان اور عدل وانصاف عنقا ہے۔ ہمارے لئے بھی یہی راستہ ہے جس پر چل کر عدل وانصاف کی فراہمی اور قیام امن کی منزل حاصل کی جاسکتی ہے۔ مسلمان ہوکر شریعت کے خلاف صدا بلند کرنے والے یہود ونصاریٰ کے ایجنڈے پر کام کر رہے ہیں۔ ایمان کا تقاضا ہے کہ وہ اس روش سے باز آجائیں۔ یہ روش اللہ کے دین سے غداری اور بغاوت ہے۔ جو شخص بھی یہ کام کرتا ہے خواہ وہ کتنا ہی بڑا مسلمان کہلوائے، وہ دین کا غدار ہے۔ اگر آپ کو طالبان کا نظام پسند نہیں تو آپ آئینی ودستوری راستے سے وہ اسلام لائیے، جس کی سفارش 1951ء میں مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے علماء نے 22 نکات کی صورت میں کی تھی۔ اُس وقت جسٹس منیر نے یہ طعنہ دیا تھا کہ کس کا اسلام نافذ کیا جائے؟ دیوبندی، بریلوی، شیعہ یا سنی کا۔ تو اس پر شیعہ، سنی، دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث اور جماعت اسلامی کی ٹاپ کی قیادت نے اکٹھے ہوکر اسلامی آئین کی تشکیل کے لئے 22 متفقہ سفارشات پیش کی تھیں۔ اور یوں "کون سا اسلام؟" کا بالفعل جواب دے دیا۔ 1995ء میں ملی یکجہتی کونسل کا قیام عمل میں آیا۔ اِس میں مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے علماء موجود تھے۔ ان میں شیعہ، سنی، دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث اور جماعت اسلامی کے نمائندے شامل تھے۔ ملی یکجہتی کونسل کے قیام کے بعد ایک مرتبہ پھر تمام مسالک کے نمائندہ علماء نے 1951ء کے علماء کے متفقہ نکات پر دوبارہ دستخط کئے، تاکہ ملک میں نفاذ اسلام کی راہ ہموار ہو اور اِس سلسلے میں ارباب اقتدار کے پاس فرقہ وارانہ اختلافات کا کوئی عذر باقی نہ رہ سکے۔ یاد رکھئے، اسلام ہی اس ملک کی بنیاد اور اِس کے بقاو استحکام کی ضمانت ہے۔ اسلامی نظام کے نفاذ ہی سے عدل وانصاف اور قیام امن کی منزل حاصل کی جاسکتی ہے۔ سورۃ الانعام میں فرمایا گیا:

"......اب دونوں فریقوں میں سے کون سا فریق امن (اور جمعیت خاطر) کا مستحق ہے، اگر سمجھ رکھتے ہو (تو بتاؤ)۔ جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو (شرک کے) ظلم سے مخلوط نہیں کیا، اُن کے لئے امن ہے، اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔" (آیات: 81,82)

حدیث کے مطابق یہاں "ظلم" سے مراد شرک ہے۔ شرک یہی نہیں کہ بتوں کے آگے سر جھکا دیا جائے، بلکہ سب سے بڑا شرک یہ ہے کہ حاکمیت اعلیٰ جو صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے، اِس میں کسی اور کو شریک کیا جائے۔ کسی فرد یا ادارے کو "حاکمیت اعلیٰ" کا حقدار ٹھہرایا جائے۔

سروری زیبا فقط اُس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتان آزری

اِس شرک کا خاتمہ تب ہوگا جب اللہ کی حاکمیت اور اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کیا جائے گا، اُس کے عطا کردہ قانون کو بالادست قانون کا درجہ دیا جائے گا، شریعت اسلامی کا نفاذ کیا جائے گا...... ہمارے ہاں اندرونی سطح پر جو بدامنی اور انتشار کی کیفیت ہے اُس کا علاج بھی ہے۔ اسلام نافذ کیجئے، انتشار، لاقانونیت اور جرائم ختم ہو جائیں گے۔

☆☆☆☆

اب، آئیے، دہشت گردی کے مسئلے کی طرف!

مسلمان ممالک پر امریکہ جس ظلم وزیادتی اور ننگی جارحیت کا ارتکاب کر رہا ہے، اُس سے یہ واضح ہے کہ اس وقت امریکہ دنیا کا سب سے بڑا دہشت گرد ہے۔ ہمارے ملک میں بدامنی انتشار کی بنیادی وجہ بھی امریکہ کی دہشت گردی ہے۔ 9 اپریل 2009ء کو ادارہ منہاج القرآن کے زیر اہتمام "قومی امن کانفرنس" منعقد ہوئی۔ اُس میں دینی وسیاسی جماعتوں کے علاوہ مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد اور اقلیتی نمائندوں کو بھی بلایا گیا تھا۔ مجھے بھی مدعو کیا گیا تھا۔ میں نے وہاں بھی یہی بات کہی کہ ہمارے ہاں جو خودکش حملے یا دھماکے ہو رہے ہیں، یہ امریکہ کی ریاستی دہشت گردی کا ردعمل ہیں۔

کیا یہ بدترین ریاستی دہشت گردی نہیں؟ کہ آئے روز ہمارے قبائلی علاقوں پر امریکہ کی طرف سے ڈرون حملے ہو رہے ہیں۔ اب تو امریکہ کی جرأت اس قدر بڑھ چکی ہے کہ اُس نے صاف اعلان کر دیا ہے کہ پاکستان میں جہاں کہیں ہمارے ٹارگٹس ہوں گے، ہم وہاں حملے کریں گے۔ یہ دراصل ہمارے خلاف کھلا اعلان جنگ ہے۔ اس سے نائن الیون کے بعد افغان پالیسی پر ہم نے جو یوٹرن لیا تھا اُس کی نامعقولیت واضح ہوگئی ہے۔ ہم نے امریکہ کا اتحادی بن کر جو بزدلانہ پالیسی اپنائی، اُس کی "حکمت" یہ بیان کی گئی تھی کہ ہم بچ جائیں گے، مگر جو خطرہ تھا اب وہ سامنے آ گیا ہے۔ اوباما کی پاک افغان پالیسی سے بھی واضح ہوگیا ہے کہ اب امریکہ کا اولین ہدف پاکستان بن گیا ہے۔ امریکی ایران کے ساتھ مفاہمت کا راستہ اپنا رہے ہیں اور ہمیں بہرصورت مٹا دینا چاہتے ہیں۔ اندریں حالات قومی غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ امریکی جارحیت کا منہ توڑ جواب دیا جائے اور اُس سے ہر طرح کا تعاون ختم کیا جائے۔ امریکہ کے ڈرون حملوں کے خلاف قوم کو اب بیدار ہو جانا چاہیے۔ تنظیم اسلامی نے اِن حملوں کے خلاف ملک بھر میں مظاہروں کے ذریعے بھی قوم اور حکمرانوں پر یہ بات واضح کی ہے کہ خدارا! اپنی سالمیت اور بقا کے لئے ہوش میں آئیے۔ آج اگر قبائلی علاقوں پر حملے ہو رہے ہیں تو کل یہ حملے، لاہور، فیصل آباد اور راولپنڈی میں بھی ہوں گے۔ کیا آپ اُس وقت جاگیں گے؟

افسوسناک بات یہ ہے کہ یہ حملے ہمارے حکمرانوں کی اشیرباد سے ہو رہے ہیں اور ان کے بدلے امریکہ سے ڈالر وصول کئے جا رہے ہیں۔ حکمران اس بات سے آنکھیں بند کئے ہوئے ہیں کہ اِن حملوں کے ذریعے ملک کو تباہی کی طرف دھکیلا جا رہا ہے۔ حال ہی میں مناواں پولیس سنٹر پر جو حملہ ہوا وہ بھی انہی حملوں کا ردعمل ہے۔ جب حکومت قبائلی عوام کے تحفظ کی بجائے اُن پر ہونے والے ظلم میں شریک ہوگی، تو پھر آپ اُن سے کس قسم کے ردعمل کی توقع رکھیں گے۔ حکمرانوں سمیت ہمارے عوام کا حال یہ ہے کہ انہیں ردعمل میں ہونے والی کارروائیاں تو نظر آتی ہیں، اور اُن کی بھرپور مذمت بھی کرتے ہیں، مگر یہ کارروائیاں جن مظالم اور حالات و واقعات کا ردعمل ہیں، اُن سے وہ آنکھیں بند کئے ہوئے ہیں۔

اے اہل نظر ذوق نظر خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ سمجھے وہ نظر کیا

یہ سب کچھ میڈیا کے پروپیگنڈے کا کمال ہے کہ وہ

ہمیں ظاہری اور سطحی چیزوں میں الجھا کر حالات وواقعات کے پس پردہ اصل حقائق کی طرف متوجہ بھی نہیں ہونے دیتا۔ وہ ہماری سوچ کو بھی اپنی مرضی کے مطابق ڈھال دینا چاہتا ہے۔ نائن الیون کو جو واقعہ پیش آیا، اُس کا الزام جس طور سے اسامہ بن لادن اور طالبان پر عائد کیا گیا اور پھر دنیا کو اُن کے خلاف کر دیا گیا، یہ بھی سب میڈیا کا کیا دھرا تھا۔ کیا یہ عجیب بات نہیں کہ ابھی جڑواں ٹاورز کے گرنے کی خبریں آ ہی رہی تھیں کہ میڈیا نے اسامہ کا نام لینا شروع کر دیا۔ اِس ابلاغی پروپیگنڈا کا سہارا لے کر امریکہ نے ساری دنیا کو اپنا اتحادی بنایا اور طالبان کی اسلامی حکومت کے خاتمے کے لئے افغانستان پر حملہ آور ہو گیا۔ نائن الیون کا ڈرامہ دراصل اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بہت بڑی سازش تھی جو موساد اور سی آئی اے نے مل کر تیار کی۔ آج تک اس بات کے ثبوت فراہم نہیں کئے جا سکے کہ اِس معاملے میں اسامہ بن لادن یا طالبان ملوث تھے۔ اب حقیقت بے نقاب ہو چکی ہے۔ اس پر بے شمار ویڈیو آ چکے ہیں۔ اِن میں بتایا گیا ہے کہ جڑواں ٹاورز سے ٹکرانے والے جہاز اگر مکمل طور پر بھی ایندھن سے بھرے ہوتے، اور ٹکرا کر وہ آگ کے شعلے میں بھی تبدیل ہو جاتے، پھر بھی اُس آگ کی تپش اتنی نہ ہوتی کہ وہ عمارتوں کے اندر استعمال ہونے والے سٹیل کو فوراً پگھلا دیتی اور عمارت دھڑام سے نیچے آ گرتی۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ اِس مقصد کے لئے بلڈنگ کے اندر خصوصی explosive استعمال کئے گئے، جن سے یہ ٹاورز دھڑام سے نیچے آ گرے۔ من گھڑت الزامات عائد کر کے ایک آزاد ملک پر حملہ کرنا یہ ہے اصل اور حقیقی دہشت گردی۔ ہم مسلمانوں کو اِس کا نوٹس لینا چاہیے اور اِس کے سدباب کے لئے حکمت عملی وضع کرنی چاہیے۔ ہم صیہونیوں کے کنٹرولڈ میڈیا کے زیر اثر امریکہ کی زبان بول رہے ہیں، اور اِدھر اُدھر کی باتیں کر رہے ہیں، اصل نقطے کی طرف نہیں آتے۔

کیا یہ عجیب بات نہیں کہ آج تک دہشت گردی کی کوئی متفقہ تعریف بھی وضع نہیں کی گئی، مگر پھر بھی دنیا میں دہشت گردی، دہشت گردی کی ہاہاکار مچی ہے۔ امریکہ کے ہاں آئے روز اِس کی تعریف بدلتی ہے، یہ اور بات ہے کہ ہر تعریف میں اسلام کا حوالہ ضرور آتا ہے۔ پہلے انہوں نے Militant Islam کو ”دہشت گردی“ قرار دیا۔ اِس کے بعد انہوں نے کہا کہ وہ لوگ دہشت گرد ہیں جو اسلام کو نظام زندگی سمجھتے ہیں اور دنیا میں اُس کو غالب کرنے کے لئے کوشاں ہیں، قطع نظر اِس سے کہ اِس مقصد کے لئے انہوں نے تلوار اٹھائی یا نہیں، اسلام کا یہ تصور ہمارے نیو ورلڈ آرڈر سے بغاوت ہے۔ اب اُن کے تھنک ٹینک دہشت گردی کی جس تعریف پر کام کر رہے ہیں وہ یہ ہے کہ ہر مسلمان خواہ وہ سیکولر اور لبرل مزاج ہی کیوں نہ ہو، دہشت گرد ہے، اُس وقت تک جب کہ وہ قرآن کا انکار نہ کر دے۔ اِس لئے کہ قرآن حکیم میں جا بجا جہاد و قتال کا حکم ہے۔ جو شخص بھی اِسے کلام اللہ مانتا ہے، آج خواہ اُس پر عمل نہیں بھی کر رہا، ہو سکتا ہے کل وہ اِس پر عمل شروع کر دے۔ تو اُن کے خیال میں ہر مسلمان دہشت گرد ہے۔ یہ تو اُن کی باتیں ہیں۔ دہشت گردی کی اصل تعریف وہ ہے، جو قرآن حکیم نے بیان کی ہے۔

قرآن حکیم کی رو سے دہشت گردی یہ ہے کہ لوگوں کو اُن کے گھروں سے ناحق نکالا جائے، انہیں قتل و غارت گری کا نشانہ بنایا جائے، اور اس سے بھی بڑی دہشت گردی یہ ہے کہ لوگوں کو دین اسلام کے راستے سے روکا جائے، اُن پر دین سے منحرف ہونے کے لیے جبر کیا جائے، ایسا ماحول بنایا جائے جس میں اسلام کی طرف آنا بظاہر ناممکن ہو جائے۔ یہ سب سے بڑی دہشت گردی ہے۔ یہ دہشت گردی کی ابدی تعریف ہے جو قرآن نے بیان کی ہے۔ سورۃ البقرہ میں فرمایا:

> ”اور اُن کو جہاں پاؤ قتل کر دو۔ اور جہاں سے اُنہوں نے تم کو نکالا ہے (یعنی مکے سے) وہاں سے تم بھی اُن کو نکال دو۔ اور (دین سے گمراہ کرنے کا) فساد (دہشت گردی) قتل و خونریزی سے کہیں بڑھ کر ہے۔“ (آیت: 191)

دہشت گردی کو قتل و غارت اور لوگوں کو اُن کے گھروں سے ناحق نکالنے کے حوالے سے دیکھا جائے یا لوگوں کے لئے اسلام کا راستہ روکنے کے اعتبار سے، ہر دو اعتبارات اِس وقت امریکہ سب سے بڑا دہشت گرد ٹھہرتا ہے۔ وہ اسلام کی راہ بھی روک رہا ہے، اور اسلامی تہذیب کی رہی سہی اقدار کے خلاف منظم مہم چلا رہا ہے، تاکہ اُس کے نیو ورلڈ آرڈر کے لئے راہ ہموار ہو سکے، اور مغرب کی دجالی تہذیب کے غلبے کا شیطانی ایجنڈا پورا ہو سکے۔ اُس نے مسلم ممالک پر یلغار کر کے قتل و غارت گری کا بازار بھی گرم کر رکھا ہے۔ پہلے اُس نے افغانستان پر بغیر ثبوت کے حملہ کیا، جس سے لاکھوں افراد خاک و خون میں غلطاں ہوئے، پھر اُس نے عراق پر کیمیائی ہتھیاروں کی تیاری کا الزام لگا کر حملہ کر دیا، (حالانکہ خود اُس کے پاس تباہ کن ہتھیار موجود ہیں) اُس نے دنیا کو یہ باور کرایا کہ یہ ہتھیار عالمی امن کے لئے خطرہ ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ یہ الزامات بھی بعد میں جھوٹے ثابت ہوئے۔ امریکہ کی ریاستی دہشت گردی سے عراق میں لاکھوں بے گناہ لوگ جاں بحق ہو گئے، گھر بار تباہ ہو گئے، بستیاں کھنڈر بن گئیں۔ اب امریکہ پاکستان پر ڈرون حملوں کے ذریعے ایک طرف بے گناہ افراد کا قتل عام کر رہا ہے اور دوسری جانب پاکستان کی سالمیت کو چرکے لگا رہا ہے۔ کیا یہ بدترین دہشت گردی نہیں؟ ضرورت اِس بات کی ہے کہ ہم اِس دہشت گردی پر نگاہ مرکوز کریں۔ یہی اصل دہشت گردی ہے۔ ہمارے ہاں جو لوگ اُٹھ رہے ہیں اور خودکش حملے کر رہے ہیں، یہ تو اِس دہشت گردی کا ردعمل ہے۔ آپ لوگوں پر ظلم کی انتہا کر دیں، ڈرون حملوں کے ذریعے اُن کو ہلاک کریں تو اُن سے نارمل رویے کی توقع کیسے کر سکتے ہیں۔ جس طرح لال مسجد میں بہیمانہ انداز میں بچیوں کی شہادت کے ردعمل میں بہت سے لوگوں کے ذہنوں میں نفرت و انتقام کا زہر آیا ہے، اِسی طرح ڈرون حملوں کا شکار ہونے والے خاندانوں میں بھی نفرت و انتقام کے شدید جذبات پیدا ہو رہے ہیں۔ شہریوں کا تحفظ ریاست کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ ہم ڈرون حملے نہ روکیں، بلکہ الٹا اِن کا نشانہ بننے والوں کو مطعون کریں تو اِس سے مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ ہم ایک ایٹمی طاقت ہیں۔ اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے ایک غیرت مند قوم کی حیثیت سے ہمیں ڈرون حملوں کا منہ توڑ جواب دینا ہو گا۔ اِس سے ملکی سلامتی کو یقینی بنایا جا سکتا ہے، ورنہ مسائل اور زیادہ گھمبیر ہوں گے۔

امریکہ القاعدہ، القاعدہ کی رٹ لگا رہا ہے، اور اِس کی آڑ میں ہمارے قبائلی علاقوں پر حملہ آور ہو رہا ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ لوگ آئے کہاں سے تھے؟ انہیں لایا کون تھا؟ روس کے خلاف افغان جہاد کے زمانے میں امریکہ ہی انہیں عرب ممالک اور دیگر خطوں سے یہاں لایا تھا۔ اس وقت امریکہ کا مفاد اِسی بات میں تھا۔ اسامہ بن لادن، عبداللہ عزام اور بے شمار عرب مسلمان یہاں جوش جہاد اور جذبہ شہادت لے کر آئے تھے، لیکن انہیں امریکہ کی تائید و حمایت حاصل تھی۔ امریکہ کے اپنے مفادات تھے، لیکن اُس کی حمایت سے الحمدللہ جہاد زندہ ہو گیا۔ اِس پر اسلام دشمنوں کو پریشانی لاحق ہو گئی۔ انہوں نے سوچ بچار کی کہ کس طرح جہادی تحریک کو بزور قوت کچلا جائے۔ اِس مقصد کے لئے تاریخ کا سب سے بڑا ڈرامہ سٹیج کیا گیا۔ ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے جڑواں ٹاورز کو از خود گرا کر اِس کا الزام اسامہ بن لادن پر عائد کر دیا گیا۔ تو اِس وقت جس کو آپ دہشت گردی کہہ رہے ہیں، اِس کا ذمہ دار امریکہ ہے۔ اگر آپ دوسروں کی بجائے اپنی آنکھوں سے دیکھنے، اپنے کانوں سے سننے اور اپنے دماغ سے سوچنے کا فیصلہ کر لیں تو آپ اسی نتیجہ پر پہنچیں گے، اور پھر آپ کھل کر امریکہ کی مذمت بھی کریں گے۔ ہمارے ہاں سوات میں جو کچھ ہوا، اُس کے حوالے سے طالبان پر دہشت گردی کا الزام لگایا جاتا رہا۔ لیکن بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ وہاں اصل گیم کیا ہوئی ہے، اور اِس میں کس کا کتنا کردار ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کو سمجھنے، پورے خلوص و اخلاص کے ساتھ حدود اللہ کو نافذ کرنے اور دشمنان اسلام و پاکستان کی سازشوں کو ناکام بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

اجیر اور مستاجر کا باہمی تعلق

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور شیخِ مدین کے باہمی معاہدے کے تناظر میں

حافظ محمد مشتاق ربانی

فقہ اسلامی کی ایک اہم اصطلاح اجارہ ہے، جس میں کرایہ داری، کاری گری، نوکری، مزدوری وغیرہ شامل ہیں۔ اگر کوئی آدمی کسی کی ماتحتی میں کام کر رہا ہو تو اس کی بعض شکلوں کو نوکری اور بعض کو مزدوری کہتے ہیں۔ جس میں ایک فریق اجیر (Employee) یعنی اجرت پر کام کرنے والا، اور دوسرا فریق مستاجر (Employer) یعنی اجرت پر کام کرانے والا ہوتا ہے۔

اجیر کی دو قسمیں ہیں، ایک اجیر مشترک جو اپنا مستقل فنی کاروبار کرتا ہے جیسے درزی، لوہار وغیرہ اور دوسرا اجیر خاص جو اپنی خدمات کسی شخص کے لیے بعوض وقت کر دے مثلاً گھر کا ملازم یا کارخانے کا مزدور وغیرہ۔ اس مضمون میں اجیر خاص اور مستاجر کے حقوق و فرائض دو نہایت صالح شخصیات کے تناظر میں بیان کیے جا رہے ہیں۔ بطور اجیر یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شخصیت پیش کی جا رہی ہے جو ان کی ظہورِ نبوت سے پہلے کا دور تھا اور مستاجر کے طور پر ''شیخِ مدین'' لیے جا رہے ہیں جن کے نام اور بنیادی تعارف کے بارے میں مفسرین کرام میں شدید اختلاف ہے، البتہ زیادہ تر مفسرین کے نزدیک ''شیخِ مدین'' سے مراد حضرت شعیب علیہ السلام ہیں، لیکن یہاں ان کا ذکر ''شیخِ مدین'' کے طور پر کیا جا رہا ہے جیسا کہ قرآن حکیم نے پیش کیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر یوں تو قرآن حکیم میں بہت سے مقامات پر وارد ہوا ہے لیکن بحیثیت اجیر ان کا ذکر سورۃ القصص کی آیات 22 تا 28 میں ملتا ہے۔ بحیثیت اجیر آپ کو انتہائی طاقتور اور امانت دار کے طور پیش کیا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طاقت اور جوانی کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ ایک مرتبہ ایک مصری (قبطی) ایک اسرائیلی کو مار رہا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پاس سے گزر رہے تھے۔ اسرائیلی نے آپ سے مدد کی اپیل کی (حضرت موسیٰ علیہ السلام خود بھی نسلاً اسرائیلی تھے) آپ اسرائیلی پر ہونے والے ظلم کو روکنے کے لیے آگے بڑھے اور ظلم کرنے والے مصری کو ایک مکا دے مارا جس سے اتفاقاً وہ مصری مر گیا، حالانکہ اسے جان سے مارنے کا آپ نے سوچا بھی نہ تھا، یہی وجہ ہے کہ اس کے مر جانے سے آپ کو بہت صدمہ پہنچا اور آپ نے اس جرم کی معافی کے لیے اللہ تعالیٰ سے فوراً استغفار کیا، لیکن اس مکے سے آدمی کے مر جانے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طاقت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

سوء اتفاق سے جس اسرائیلی کی حمایت کرتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک مصری قتل ہو گیا، اگلے ہی دن اسے دوبارہ کسی اور سے جھگڑا کرتے ہوئے پایا۔ اس موقع پر بھی کوئی دوسرا قبطی اس اسرائیلی پر غالب تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر اس اسرائیلی نے دوبارہ آپ سے مدد طلب کی۔ آپ سے ظلم دیکھ کر رہا نہ گیا۔ چنانچہ ان کا جھگڑا ختم کرانے کے لیے آپ آگے بڑھے اور اسرائیلی کو جھڑکتے ہوئے کہا ''تو بھی بے شک صریح گمراہی پر ہے۔'' (القصص:18) آپ کے آگے بڑھنے اور اسے ڈانٹنے پر اس اسرائیلی کو ڈر لگا کہ کہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام مجھے مارنا نہ شروع کر دیں کہ تمہارا ہر روز کا کام لڑائی کرنا ہی ہے۔ چنانچہ آپ سے حادثاتی طور ہونے والا قتل جو ابھی تک چھپا ہوا تھا اس سے اس موقع پر بطور شرارت یا بے ساختہ یہ بات نکل گئی ''جس طرح تم نے کل ایک شخص کو مار ڈالا تھا اسی طرح چاہتے ہو کہ آج مجھے بھی مار ڈالو۔'' (القصص:19) اس کی اس بات سے اگلے روز قتل ہونے والے قبطی کے قاتل کے بارے میں معلوم ہو گیا۔ چنانچہ آپ کو اس قبطی کے بدلے قتل کرنے کے بارے میں اب سازشیں ہونے لگیں۔ جس کے بارے میں آپ کے ایک خیر خواہ نے آ کر خبر دی کہ شاہی ایوان میں آپ کو قتل کرنے کے منصوبے تیار ہو رہے ہیں، آپ مصر کو چھوڑ دیں اور کسی اور جگہ چلے جائیں۔

پس ان حالات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے ڈرتے ہوئے اس امید کے ساتھ نکلے کہ اللہ تعالیٰ انہیں کسی اچھی جگہ پر پہنچا دے گا۔ راستے میں آپ کی زبان پر یہ الفاظ تھے: ''اے میرے پروردگار مجھے ظالم لوگوں سے نجات دے۔'' (القصص:21)

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ''مدین'' پہنچے تو وہاں ایک جگہ کنویں پر پانی پلانے کے منظر کو دیکھ کر محسوس کیا کہ جیسے مصر میں ظلم و زیادتی تھی کہ طاقتور کمزوروں کو آگے بڑھنے سے روکتے ہیں، اسی طرح ظلم و زیادتی اور ناانصافی یہاں پر بھی ہے کہ طاقتور لوگ اپنے مویشیوں کو پانی پلا کر جا رہے ہیں اور دو لڑکیاں دوسروں سے علیحدہ کھڑی ہیں۔ آپ نے ان سے پوچھا: ''تمہارا کیا معاملہ ہے؟'' انہوں نے جواب دیا کہ ہمارا باپ بوڑھا ہو چکا ہے۔ ان مویشیوں کو ہم پانی پلانے آتی ہیں اور جب تک یہ تمام چرواہے اپنے اپنے مویشیوں کو پانی نہیں پلا لیتے، اس وقت تک ہمیں اپنے مویشیوں کو پانی پلانے میں دشواری ہے۔ آپ ان کے مویشیوں کو لے کر آگے بڑھے اور مویشیوں کو پانی پلا کر انہیں فارغ کیا۔ وہ دونوں چلی گئیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام خود ایک غریب الدیار آدمی کی طرح ایک سائے میں بیٹھ کر دعا کرنے لگے ''اے میرے پروردگار! جو خیر بھی تو مجھ پر نازل کر دے میں اس کا محتاج ہوں۔'' (القصص: 24) یہ دعا کر ہی رہے تھے کہ جن دو لڑکیوں کے مویشیوں کو آپ نے پانی پلایا ان میں سے ایک پورے شرم و حیا کے ساتھ آپ کے پاس آئی اور کہنے لگی ''میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں تاکہ آپ نے ہمارے لیے جانوروں کو پانی جو پلایا ہے اس کا اجر آپ کو دیں۔'' (القصص:25) جب حضرت موسیٰ علیہ السلام شیخ مدین کے پاس پہنچے اور اپنے تمام حالات کے بارے میں انہیں آگاہ کیا تو شیخ مدین نے آپ کو تسلی دی ''کچھ خوف نہ کرو، تم ظالم لوگوں سے بچ آئے ہو۔'' (القصص:25)

اسی اثناء میں شیخ مدین کی ایک بیٹی بولی ''اے ابا جان! ان کو نوکر رکھ لیجئے کیونکہ بہترین آدمی جسے آپ ملازم رکھیں وہ وہی ہو سکتا ہے جو توانا اور امانت دار ہو۔'' (القصص:26) شیخ مدین کو اپنی بیٹی کی تجویز پسند آئی اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا اجیر رکھنے کے لیے تیار ہو گئے۔ اس سلسلے میں آپ سے شرائط ملازمت بیان کیں جس کا ذکر قرآن حکیم میں یوں آیا ہے: ''انہوں (شیخ مدین) نے (موسیٰ سے) کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تمہارے ساتھ کر دوں اس (عہد) پر کہ تم آٹھ برس میرے ہاں ملازمت کرو اور اگر دس سال پورے کر دو تو وہ تمہاری طرف سے (احسان) ہے۔'' (القصص:27)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شیخ مدین کی طرف سے بیان کردہ شرائط ملازمت کو قبول کر لیا اور فرمانے لگے: ''موسیٰ علیہ السلام نے کہا، یہ بات میرے اور آپ کے درمیان طے پا گئی۔ ان دونوں مدتوں میں سے جو بھی مدت

چاہوں پوری کردوں اس کے بعد پھر مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہو۔" (القصص:28)

عام طور پر اجیر بے روزگاری یا اپنی کمزور پوزیشن ہونے کی وجہ سے اجرت طے نہیں کرپاتا اور مستاجر بھی یقین دہانی کرواتا ہے کہ اجرت کے معاملے میں مایوس نہیں کیا جائے گا لیکن جب اجرت دی جاتی ہے تو اجیر کے نزدیک وہ ناقابل قبول ہوتی ہے جس سے کئی مسائل پیدا ہوتے ہیں لہٰذا ضروری ہے کہ کام شروع کرنے سے قبل اجرت اور دیگر تفصیلات تحریری طور پر طے کی جائیں جیسا کہ شیخ مدین اور موسیٰ علیہ السلام کے مابین تمام معاملات طے ہوئے۔ امام بیہقی "اپنی "سنن الکبریٰ" میں حضرت ابوسعید الخدریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ اجیر کو اس کی اجرت طے کیے بغیر کام پر لگایا جائے۔" نہایت افسوس کی بات ہے کہ ہمارے معاشرے میں اکثر لوگ، ادارے اور کمپنیاں مضبوط عہدوپیمان باندھنے کے بعد بغیر کسی وجہ سے اپنے معاہدات سے منحرف ہو جاتے ہیں، جس کی وجہ سے معاشرے میں بداعتمادی کی فضا قائم ہوئی ہے۔ اس کے لیے ضروری یہ ہے کہ ہم طے پانے والے معاہدات اور قول وقرار میں اللہ تعالیٰ کی ذات کو بھی بطور گواہ لائیں اور اپنے باہمی معاملات کو اس کے حوالے کریں، جیسا کہ حضرت موسیٰؑ اور شیخ مدین دونوں نے اپنے مابین ہونے والے معاہدے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا۔ دونوں بولے: "اور ہم جو قول وقرار کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس پر گواہ ہے۔" (القصص:28)

اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ معاشرے کی دینی لحاظ سے تربیت ہو، انہیں اللہ تعالیٰ کی عظمت کا احساس ہو، تاکہ قول وقرار اور معاہدات کو بہت بڑی بات سمجھیں ورنہ وہ جس طرح تحریری معاہدات کو خاطر میں نہیں لاتے اسی طرح معاملات میں اللہ تعالیٰ کی ذات بطور گواہ بنانے کی بات کو کچھ خاص اہمیت نہیں دیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی دل میں عظمت کا نتیجہ ہی ہے کہ شیخ مدین نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے معاملہ طے کرتے ہوئے اس بات کی تکمیل یقین دہانی بھی کروائی کہ میں تم سے تمہاری استطاعت سے زیادہ کام نہ لوں گا جیسا کہ شیخ مدین کے الفاظ قرآن میں نقل ہوئے ہیں: "اور میں تم پر تکلیف ڈالنی نہیں چاہتا۔" (القصص:27) حالانکہ حضرت موسیٰؑ مصر سے بھاگ کر ان کے ہاں آئے اور بظاہر مجبور تھے لیکن شیخ مدین نے پھر بھی ان کی مجبوری سے ناجائز فائدہ نہ اٹھایا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہمیں مزدور کے حق میں آسانی پیدا کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ صحیح البخاری (کتاب الایمان) میں فرمان نبویؐ ہے "اور مزدوروں پر اتنا بوجھ نہ ڈالو جو انہیں مغلوب کردے اور اگر ان پر زیادہ بوجھ ڈالو تو ان کی مدد واعانت کرو۔" یعنی وقت اور کام دونوں کے اعتبار سے مزدوروں پر اتنا بوجھ نہ ڈالا جائے، جن کی انجام دہی میں مزدوروں کو مشکل پیش آرہی ہو۔ اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ وہ کام نہ کرایا جائے بلکہ ایسی صورت میں آدمی ان کے کام میں خود بھی شریک ہو جائے جس کی اسلامی تاریخ میں کئی مثالیں ملتی ہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے سفر بیت المقدس میں آدھا سفر خود سواری کی اور آدھا سفر غلام کو اونٹ پر سوار کیا۔ اگر کوئی آدمی کسی وجہ سے ملازم کے کام میں خود شریک نہیں ہو سکتا تو زیادہ یا مشکل کام ہونے کی صورت میں اس کی مزدوری میں اضافہ یا دیگر سہولیات فراہم کرکے اس کی مدد کرے۔

دوسری طرف مزدور کی بھی ذمہ داری ہے کہ جو ذمہ داری اسے سونپی گئی ہے اسے پورے خلوص اور ایمانداری سے ادا کرے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "ناپ اور تول میں کمی کرنے والوں کے لیے خرابی ہے جو لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا لیں اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیں۔" (المطففین: 1تا3) اس آیت میں ایسا مزدور بھی شامل ہے جو مزدوری تو پوری لے لیکن اپنے فرائض کی انجام دہی میں پوری ذمہ داری کا ثبوت نہ دے۔ صحیح البخاری (کتاب الجہاد والسیر) کی حدیث نبوی میں جن تین آدمیوں کو دوہرا اجر ملنے کی نوید ہے ان میں سے ایک وہ ہے جو اپنے آقا اور اللہ تعالیٰ کے فرائض نہایت ذمہ داری سے انجام دے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شیخ مدین کے ساتھ نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ آٹھ یا دس سال گزارے، ان سے کیے ہوئے معاہدے پر پورے اُترے اور اسی طرح شیخ مدین نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نہایت شفقت آمیز معاملہ کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اپنی بیٹی کو بیاہ دیا۔ آج کے دور کا المیہ یہ ہے کہ سرمایہ دار چاہتا ہے کہ مزدور سے زیادہ کام لے اور اسے اجرت کم دے۔ دوسری طرف مزدور کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ کام تھوڑا کرے اور اجرت زیادہ حاصل کرے۔ اس طرح دونوں کی غلط سوچ نے جھگڑے اور فساد کو جنم دیا۔ جبکہ اسلام مستاجر اور اجیر دونوں کو ایک ضابطہ کے تحت عدل کی بنیاد پر مساوی رکھنا چاہتا ہے۔ اسلام یہ بھی چاہتا ہے کہ مستاجر اور اجیر آپس میں مہربانی اور باہمی خیر خواہی کے ساتھ معاملات کریں جیسا کہ حضرت موسیٰ اور شیخ مدین نے باہمی معاملات ایک دوسرے کی خیر خواہی چاہتے ہوئے انجام دیے۔

پریس ریلیز — **17 اپریل 2009ء**

شریعت کے نفاذ ہی سے ملک مستحکم ہوگا۔ پاکستانی عوام کو متحد رکھنے والی واحد بنیاد اسلام ہے

حافظ عاکف سعید

سوات امن معاہدہ کی منظوری ایک خوش آئند پیش رفت ہے۔ اگرچہ عدل ریگولیشن سوات اور آس پاس کے علاقوں میں صرف قاضی عدالتوں کے قیام سے متعلق ایک معاہدہ ہے، لیکن بعض سیکولر طبقات کے سینے پر نہ جانے کیوں سانپ لوٹ رہے ہیں۔ ان خیالات کا اظہار امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام باغ جناح میں خطاب جمعہ کے دوران کیا۔ انہوں نے کہا کہ عدل ریگولیشن پر دوہرے عدالتی نظام کا اعتراض اس لیے درست نہیں کہ وفاقی شرعی عدالت اور قبائلی علاقوں میں جرگے کی صورت میں پہلے ہی بغیر رکاوٹ کے متوازی عدالتی نظام چل رہے ہیں۔ اسی طرح نائیجیریا کے بعض صوبوں میں شریعت نافذ ہے۔ ہمیں تو بحیثیت مسلمان شریعت کو اپنا قانون مان کر پورے ملک میں نافذ کرنا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ اسلامی نظام پوری انسانیت کے لیے نظام رحمت ہے، جس کے نتیجے میں درندگی اور جہالت کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اسلامی نظام کامل عدل ومساوات کی ضمانت دینے کے ساتھ ہر قسم کے استحصال کی بیخ کنی کرتا ہے۔ اسلامی نظام ہی ہے جو سب کو بلا امتیاز دینوی اور اخروی ترقی کے یکساں مواقع فراہم کرتا ہے۔ اس لیے ایک طبقے کا نفاذ شریعت سے خوفزدہ ہونا بے معنی ہے۔ البتہ ہمیں یہ بات بھی جان لینی چاہیے کہ نفاذ شریعت کوئی آپشنل مسئلہ نہیں بلکہ ایمان کا لازمی تقاضا ہے۔ اگر ہم اسلامی نظام قائم نہیں کر رہے ہیں تو اللہ کے باغی اور مجرم ہیں۔ حافظ عاکف سعید نے کہا کہ پورے ملک میں شریعت نافذ کرنے سے ملک مستحکم ہوگا کیونکہ پاکستانی عوام کو متحد رکھنے والی واحد بنیاد اسلام ہے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشرواشاعت تنظیم اسلامی)

اسلام، مسلمان اور موجودہ عالمی صورت حال

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

آدمؑ کی اولاد ہونے کے ناتے سب انسان بھائی بھائی ہیں۔ انسانوں کے درمیان اخوت کا رشتہ خالص اور ابدی ہے۔ اسی حقیقت کو شیخ سعدیؒ نے ان الفاظ میں موزوں کیا ہے۔

بنی آدم اعضائے یک دیگراند
کہ در آفرینش زیک جوہراند

اسلام اس رشتے کو بڑی اہمیت دیتا ہے اور سب لوگوں کو پیار اور محبت سے رہنے کی تعلیم دیتا ہے۔

اخلاقی اعتبار سے انسانوں کو دو بڑے گروہوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک وہ جن کی طبیعت میں نرمی ہے۔ وہ انصاف پسند ہیں۔ دوسروں کے ہمدرد اور خیر خواہ ہیں۔ کسی کو تکلیف میں دیکھ کر بے چین ہو جاتے ہیں، وہ اچھی باتوں کو اختیار کئے ہوئے ہیں اور برائیوں سے اُن کو نفرت ہے۔ دوسرے وہ ہیں جو اخلاقی خوبیوں سے عاری، خود غرض اور لالچی ہیں۔ اُن کو صرف اپنی ذات کے ساتھ دلچسپی ہے۔ انہیں جہاں اپنا فائدہ نظر آتا ہے اُس طرف لپکتے ہیں خواہ اس کام میں دوسروں کا نقصان ہو۔ جرائم پیشہ، بدکردار، چور، ڈاکو، ظالم اور قاتل اسی قبیل کے لوگ ہیں۔

انسانوں کی ایک دوسری تقسیم مذہب کے اعتبار ہے، ایک اہل ایمان اور دوسرے کافر۔ اگرچہ اخلاقی ضابطے ہر ایک کے ہاں مسلمہ ہیں تاہم دشمنی میں اندھے ہو کر بعض مذاہب کے ماننے والے اپنے علاوہ دوسروں کے حقوق کو پامال کرنے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کرتے۔ جیسے یہودی کہ وہ غیر یہودیوں کے ساتھ ہر قسم کے بُرے سلوک کو جائز سمجھتے ہیں۔

اسلام ایسا طرز حیات ہے جس میں نہ صرف مسلمان مسلمانوں کے لئے خیر خواہی اور ہمدردی کے جذبات رکھتے ہیں بلکہ غیر مسلموں کے ساتھ حسنِ سلوک اُن کے عقیدے میں شامل ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جہاں جہاں مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہوا وہاں انہوں نے دوسرے مذاہب والوں کے حقوق کا پورے طور پر لحاظ رکھا۔ انہیں مذہبی آزادی دی یہاں تک کہ ان کی عبادت گاہوں کی تعمیر و مرمت سرکاری خزانے سے کی۔ اگر کسی مسلمان کا غیر مسلم کے ساتھ جھگڑا ہو جاتا تو اسلامی عدالت انصاف کے تقاضوں کے مطابق فیصلہ صادر کرتی۔ ایسے بہت سے واقعات تاریخ میں ملتے ہیں جہاں مسلمان قاضی نے مسلمان کے مقابلے میں غیر مسلم کے حق میں فیصلہ دیا۔ اسلامی رواداری کی ایسی اعلیٰ مثالیں غیر مسلموں کے لئے اسلام قبول کرنے کا باعث بنیں اور اسلام دنیا کے کونے کونے میں پہنچ گیا۔

آج مسلمانوں کو دنیا میں کسی جگہ غلبہ نہیں۔ اپنی بدعملی اور سہل انگاری کی وجہ سے وہ اقتدار سے محروم ہیں بلکہ اسلام کی بدنامی کا باعث بن رہے ہیں حالانکہ اسلام کی تعلیمات آج بھی وہی ہیں جو شروع دن سے تھیں۔ آج غلبہ غیر مسلم اقوام کو ہے جو مسلمانوں کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر اُن پر طرح طرح کے مظالم ڈھا رہے ہیں۔ کوئی مسلم ملک آزاد نہیں بلکہ غیر مسلم اقوام نے مسلمانوں کو ہر جگہ غلام بنا رکھا ہے۔ انہیں اپنی پالیسیوں پر چلنے کا حکم دے رہی ہیں۔ وہ مسلم ممالک میں اپنی بے حیا تہذیب کو مسلط کر رہی ہیں۔ دشمن اسلامی ممالک کی سرحدوں کا تقدس پامال کر رہے ہیں، مختلف بہانوں سے مسلمانوں کو قیدی بنا کر اپنے عقوبت خانوں میں ڈال رہے ہیں۔ نہتے مسلمان شہریوں کو جدید ترین جنگی ہتھیاروں کا نشانہ بنا کر موت کے گھاٹ اتار رہے۔ اگر کہیں بم بلاسٹ ہو جاتا ہے تو وہ کسی مسلمان کی کارروائی قرار دے دی جاتی ہے حالانکہ وہ مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لئے اسلامی دشمنوں کی کارروائی ہوتی ہے، جس کی آڑ میں وہ مسلمانوں کا خون بہانے کا جواز پیدا کر لیتے ہیں، اور اگر کہیں کوئی مسلمان کفر کے مظالم سے تنگ آ کر کسی غیر مسلم کو کیفر کردار تک پہنچانے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو اس کا چرچا اس انداز سے کیا جاتا ہے گویا پوری مسلم قوم اس کارروائی میں شریک ہے۔ ان سارے مظالم کے باوجود مسلمانوں کو "دہشت گرد" کا نام دے کر بدنام کیا جا رہا ہے۔ مسلمانوں میں نہ قوت مدافعت ہے نہ ایمانی حرارت بلکہ وہ بے بسی کی تصویر بنے ان مظالم اور شدائد کو برداشت کر رہے ہیں۔ کافروں کے ظلم و بربریت نے مسلمان ممالک کے حکمرانوں کو اس قدر دبا رکھا ہے کہ وہ حرف شکایت بھی زبان پر نہیں لا سکتے۔ اکثر و بیشتر مسلمان ممالک پر کافروں نے اپنی عسکری قوت کے بل بوتے پر کٹھ پتلی حکمران مقرر کر رکھے ہیں جو بیچارے نام کے تو مسلمان ہیں مگر استعماری طاقتوں کی گرفت اُن پر اس قدر مضبوط ہے کہ وہ اُن کے اشارے بلکہ حکم پر اپنے ہی شہریوں کو موت کے گھاٹ اتار کر اپنے مغربی آقاؤں کو خوش کر رہے ہیں۔ انہیں صرف عیش و عشرت اور اقتدار چاہیے۔ نہ اُن کو آخرت کی فکر ہے نہ اخلاقیات کا پاس۔ بلکہ وہ تو اپنے اقتدار کو بچانے کی خاطر اپنے آقاؤں کی ہر جائز و ناجائز خواہش پوری کرنے کے لئے اُن کے زرخرید غلام بنے بیٹھے ہیں۔

اسلامی ممالک کے عوام ہزار چیخنے چلاتے رہیں مگر حکمران اُن کے احتجاج پر کان نہیں دھرتے بلکہ الٹا اُن کو پابند سلاسل کر کے اپنے ملکی قید خانوں میں ڈال رہے ہیں یا استعماری طاقتوں کے حوالے کر کے وہاں سے شاباش اور ڈالر وصول کر رہے ہیں۔ ایسے مسلمان حکمران عوام کی نظروں میں اگرچہ غدار ہیں مگر سپر پاور کی نظر میں وہ وفادار اور فرمانبردار ہیں۔ مغربی آقاؤں کی اطاعت میں مسلم ممالک کو مہلک عسکری ہتھیار تیار کرنے کی اجازت نہیں جبکہ وہ خود مہلک ترین جنگی ہتھیار بنانے میں ہمہ وقت

> **اکثر و بیشتر مسلمان ممالک پر کافروں نے اپنی عسکری قوت کے بل بوتے پر کٹھ پتلی حکمران مقرر کر رکھے ہیں جو استعماری طاقتوں کے اشارے بلکہ حکم پر اپنے ہی شہریوں کو موت کے گھاٹ اتار کر اپنے مغربی آقاؤں کو خوش کر رہے ہیں**

مصروف ہیں اور اس موقع کی تلاش میں ہیں کہ اپنے جوہری ہتھیاروں کے ذریعے مسلمانوں کو ملیامیٹ کردیں۔ اسلامی تاریخ میں حضرت عمر فاروق ؓ کے عہد میں مسلمان اقتدار کے عروج پر تھے۔ خود حضرت عمرؓ سخت مزاج بھی تھے مگر اُن کی سختی عدل و انصاف کے نفاذ میں تھی۔ اُن کے عہد میں غیر مسلمانوں کے حقوق اسی طرح محفوظ تھے جس طرح خود مسلمانوں کے۔ تاریخ کا مطالعہ کرنے والا کوئی شخص کسی ایک عیسائی، یہودی یا غیر مسلم پر حضرت عمرؓ کی طرف سے ظلم وزیادتی کا ایک واقعہ پیش نہیں کرسکتا۔

مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے ان مظالم پر پردہ ڈالنے کے لئے "دہشت گرد" کا لفظ ایجاد کرلیا گیا ہے۔ جس مسلمان کو دیکھا کہ وہ دین اسلام کے غلبے اور انسانی حقوق کے لئے آواز اٹھاتا ہے، اُسے دہشت گرد قرار دے کر سزا کا مستوجب سمجھ لیا گیا ہے حالانکہ بچہ بچہ جانتا ہے کہ مسلمان تو اس قدر کمزور ہیں کہ "دہشت گردی" اُن کے بس کا روگ نہیں۔ البتہ مغربی طاقتوں کی دہشت گردی اظہر من الشمس ہے کہ وہ مسلمانوں کو عزت سے جینے کا حق تو درکنار صرف جینے کا حق دینے کو بھی تیار نہیں، اس کے برخلاف اگر مسلمان ان مظالم کے خلاف زبان بھی کھولیں تو دہشت گرد قرار پاتے ہیں۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

یہ صورت حال اس لئے پیدا ہوئی کہ مسلمانوں نے جنگی ساز وسامان بنانے کی طرف توجہ نہ کی حالانکہ اس کا حکم قرآن مجید میں ہے [سورۃ الانفال:60] نیز حکمران اور خوش حال لوگ سادگی کو چھوڑ کر عیش وطرب میں لگ گئے۔ اسلامی طرز معاشرت چھوڑ کر یورپی بے حیا تہذیب کے دلدادہ ہوگئے۔ یہودیوں کا سودی نظام اور یورپی اقوام کی شہوت انگیز طرز زندگی قبول کرلی۔ حالانکہ اسلام میں سود کی قطعاً گنجائش نہیں اور ستر وحجاب کی سختی سے پابندی کا حکم ہے۔

اس صورت حال سے نکلنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ مغربی طاقتیں ہوش کے ناخن لیں، تاریخ عالم سے سبق سیکھیں کہ ظالم کو ظلم کی سزا ضرور ملتی ہے۔ مسلمان قرآن وسنت کے ساتھ اپنا رشتہ مضبوط کریں۔ بدعملی سے توبہ کریں، اپنی قوت ایمانی پر بھروسہ کریں۔ مسلمان عوام متحد ہو کر اپنے کٹھ پتلی حکمرانوں کے خلاف آواز بلند کر کے اُن کا ناک میں دم کردیں کہ وہ یورپ کی غلامی سے نکلنے کا اعلان کریں اور اپنے عوام کے تعاون اور اللہ پر بھروسہ کر کے اُن کے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہوجائیں۔

شرعی عدالتوں کا پس منظر اور اہمیت

ادر

خلافت کے قیام کا سنہری موقع

پروفیسر ڈاکٹر حافظ خالد محمود ترمذی

حقیقت یہ ہے کہ تمام عالم اسلام میں جب خلافت کا نظام قائم تھا، اور برصغیر بھی اس کی ایک سلطنت تھی، بھلا یا بُرا جیسا بھی تھا وہ اسلام کے سیاسی نظام کا تسلسل تھا، جس کا اپنا ایک باقاعدہ انتظام تھا جو بہت مؤثر و مستحکم تھا اور اس کے تحت پھر سود سے پاک معاشی نظام تھا، صحیح معنوں میں اپنا ایک نظام عدل تھا، ایک بے مثال اور مربوط تعلیمی نظام تھا جس کے تربیت یافتہ ریاست کے انتظامی امور بھی سرانجام دیتے تھے۔ یہی تعلیمی نظام عدالتوں کو قاضی بھی فراہم کرتا تھا۔ معاشی نظام کے ماہرین بھی انہی مدارس کے تربیت یافتہ ہوتے تھے۔ فوج کے کمانڈر اور سپہ سالار بھی انہی مدرسوں کے فارغ التحصیل ہوتے تھے۔ یہیں سے ابن خلدون اور ابن رشد جیسے فلسفی اور ابن سینا جیسے سائنسدان بھی پیدا ہوئے۔ اب یہ مدارس صرف مساجد کے امام اور مدرسوں کے مدرس پیدا کر رہے ہیں۔

خلافت کے تحت مسلمانوں نے صدیوں تک قرآنی نظام عدل وانصاف کو برقرار رکھا۔ اپنے دور انحطاط میں بھی مسلمانوں نے نظام عدل کے ساتھ اپنی وابستگی قائم رکھی۔ برصغیر میں عہد مغلیہ میں بھی مسلمان حاکموں نے عدل کے ضمن میں اعلیٰ روایات قائم کیں۔ عدل جہانگیری ایک ضرب المثل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اورنگزیب عالمگیر نے زندگی کے ہر شعبے میں اسلام سے راہنمائی حاصل کی۔ سلطان فتح علی ٹیپو بھی ایک عادل حکمران تھا لیکن جوں جوں امت قرآن وسنت سے دور ہوتی گئی، زندگی کے تمام شعبوں میں زوال وپسپائی اس کا مقدر بنتا گیا۔ نظام عدل سے بھی آہستہ آہستہ وہ محروم ہوگئی۔ آخر یہ ہوا کہ تمام عالم اسلام میں انگریزوں کی سازش سے خلافتِ اسلامیہ کی بساط لپیٹ دی گئی۔ اقبالؒ نے اس کا یوں نوحہ کہا ۔

چاک کر دی ترک ناداں نے خلافت کی قبا
سادگی اپنوں کی دیکھ اوروں کی عیاری بھی دیکھ

تمام عالم اسلام مغربی استعمار کا مفتوحہ علاقہ بن گیا۔ مغربی تہذیب نے اسلامی اقدار کا خاتمہ کردیا۔ جہاں کہیں اسلامی قوانین نافذ تھے ان کی جگہ مغربی قوانین نے لے لی۔ نتیجتاً مسلمان معاشروں میں عدم برداشت، مذہبی منافرت، فرقہ واریت نے سر اٹھانا شروع کردیا۔ عدل و انصاف سے روگردانی کی مرتکب ہو کر امت مسلمہ آج ایک بے امام ملت کی نظیر پیش کررہی ہے۔

اسلام میں عدل وانصاف کی اہمیت

عدل اسلام کا ایک بنیادی وصف ہے جو زندگی کے تمام دائروں (بشمول معاشرتی، اقتصادی، سیاسی اور تہذیبی) کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور ان تمام شعبوں کی کامیابی کے لئے ایک بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اسلام محبت اور امن کا دین ہے۔ ایک عادلانہ نظام کی عدم موجودگی میں امن کا حصول ناممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں عدل وانصاف کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ جیسا کہ ذیل میں درج حضرت عمرؓ کی تقریر سے واضح ہے۔

امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب کے دور خلافت میں شام کے لوگوں نے حمص کے گورنر کی شکایت کی، حالانکہ آپ گورنر کا انتخاب کرتے وقت بہت زیادہ احتیاط سے کام لیا کرتے تھے۔ آپ ؓ کہا کرتے تھے کہ ایسا گورنر چاہتا ہوں جو اپنے آپ کو لوگوں سے ممیز نہ کرے، کھانے پینے، لباس پہننے اور رہائش میں عام لوگوں جیسا طرز عمل اختیار کرے اور اپنے آپ کو عوام الناس سے برتر نہ سمجھے۔ آپ ؓ کہتے، گورنر ایسا ہونا چاہیے جو لوگوں میں صلوٰۃ کا نظام قائم کرے، ان کے ساتھ انصاف اور برابری کا سلوک رکھے اور جب انہیں ضرورت پڑے ان پر اپنے دروازے کھول دے۔

حمص کے لوگوں کی شکایات کے پیش نظر اپنے معیار کے مطابق انہوں نے عمیر ابن سعد الانصاری کو حمص کا گورنر مقرر کیا جنہوں نے حمص پہنچتے ہی لوگوں کو نماز کی ادائیگی کے لئے ایک بڑے میدان میں جمع ہونے کو کہا۔

نماز پڑھانے کے بعد آپؒ نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور حضرت محمد ﷺ پر درود وسلام بھیجا۔ اس کے بعد جم غفیر سے مخاطب ہوئے:

لوگو! اسلام کی مثال ایک مضبوط قلعے اور ایک قوی ہیکل دروازے کی سی ہے۔ عدل اسلام کا ایک قلعہ ہے اور صداقت کا دروازہ۔ اگر تم قلعے کو تباہ اور دروازے کو گرا دو گے تو اسلام کے دفاع کو کمزور کرو گے۔ اسلام اس وقت تک مضبوط رہے گا جب تک سلطان اور اس کا مرکزی اقتدار مضبوط رہے گا۔ سلطان اپنی قوت درے (کوڑے) مارنے اور تلوار کے ساتھ قتال کرنے سے حاصل نہیں کرتا بلکہ اس کی قوت کا منبع عدل اور حق کے ساتھ اس کی وابستگی ہے۔

پاکستان کا موجودہ عدالتی نظام برطانوی استعمار کا چھوڑا ہوا ورثہ ہے۔ برطانوی سامراج نے اسے اپنی ضرورتوں اور مفادات کے پیش نظر تشکیل دیا تھا۔ اور اس نظام کے ذریعے انہیں اپنے سامراجی عزائم کو تحفظ اور قوت دینا مقصود تھا۔ یہ نظام فرد سے زیادہ ریاست کا خیر خواہ ہے۔ اس کے پیش نظر عوام کو انصاف فراہم کرنا اور معاشرے میں ناانصافیوں کے ازالے کے لئے بنیاد مہیا کرنا نہیں ہے۔ اس میں جو تھوڑی بہت افادیت موجود تھی وہ بھی اب ختم ہو چکی ہے اور یہ فرسودہ ہو چکا ہے۔ انسان کے بنائے ہوئے قوانین کا آخر کار یہی حشر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج عدالتوں میں مقدمات کی بھرمار ہے۔ اس حوالے سے ایک رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ صرف پنجاب کی عدالتوں میں فوجداری کے آٹھ لاکھ اور دیوانی نوعیت کے 12 لاکھ مقدمات زیر سماعت ہیں۔ نیز عدالتوں میں ججوں کی تعداد کم ہونے کے باعث ان میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔

"نوائے شریعت" فروری 2009ء کے شمارے میں مولانا زاہد الراشدی "شرعی عدالتوں کا پس منظر اور اہمیت وضرورت" کے تحت لکھتے ہیں:

"بلوچستان اور صوبہ سرحد سے الحاق کرنے والی ریاستوں قلات اور سوات کی طرح پنجاب کا حصہ بننے والی ریاست بہاولپور اور صوبہ سندھ کا حصہ بننے والی ریاست خیرپور کی صورت حال بھی یہی تھی کہ پاکستان کے ساتھ باقاعدہ الحاق سے پہلے ان ریاستوں میں شرعی عدالتوں کا نظام نافذ تھا۔ اس نظام میں مقدمہ دائر کرنے کے لئے کوئی لمبا چوڑا پراسیس (طریقہ کار) نہیں تھا نہ ہی اس میں اخراجات اور فیسوں کا بوجھ ہوتا تھا۔ کیونکہ عوام کو انصاف اور تعلیم مہیا کرنا تو حکومت کی ذمہ داری ہے۔ اب تعلیم اور تجارت کی فراہمی تجارت بن کر رہ گئی ہے۔ سادہ سے الفاظ میں شکایت دائر کی جاتی تھی۔ چند روز میں جس کا فیصلہ ہو جاتا تھا۔ پھر اہم بات جس کی طرف اکثر تجزیہ نگاروں کو توجہ کرنے کی ضرورت ہے، چونکہ ان جرگوں اور شرعی عدالتوں کا طریقہ کار اور قانون عوام کے مذہبی عقائد اور ان کے علاقائی کلچر کے ساتھ ہم آہنگ تھا اس لئے انہیں ان کے فیصلوں پر اطمینان بھی ہو جاتا تھا مگر اب انہیں جس صورت حال کا سامنا ہے اس سے وہ انصاف کے جلد، سستا اور آسان ہونے کی تینوں سہولتوں سے محروم ہو گئے ہیں۔

اس لئے کچھ بعید نہیں کہ سوات اور قلات میں اس تحریک کے کامیاب ہونے کی صورت میں سابق ریاست بہاولپور اور خیرپور کے عوام بھی یہ مطالبہ لے کر اٹھ کھڑے ہوں کہ ان کے علاقوں میں بھی سابقہ عدالتی نظام بحال کیا جائے، تاکہ وہ بھی جلد، سستے اور آسان انصاف سے بہرہ ور ہو سکیں۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ جرم خواہ فوجداری ہو یا دیوانی اس کا ارتکاب کرنے والے کو اگر علم ہو کہ اس کا جرم پکڑا گیا تو ثابت ہونے یعنی فیصلہ ہونے میں زیادہ دیر نہیں لگے گی تو اس کا حوصلہ پست ہو گا اور جرائم کی شرح کم ہو گی۔ شرعی عدالتوں کے ذریعے جلد اور سستا انصاف مہیا کرنے کی یہ بات محض مفروضہ نہیں ہے کہ اسے "مذہبی رومانیت" کہہ کر نظرانداز کر دیا جائے' بلکہ یہ آج کے دور کی ایک معروضی حقیقت ہے' جس کا مشاہدہ امریکہ اور جنوبی افریقہ جیسے ملکوں میں بھی کھلی آنکھوں سے کیا جا رہا ہے۔

امریکہ میں "شریعہ بورڈ" کے نام سے شکاگو' نیویارک' اور اٹلانٹا وغیرہ میں ثالثی بورڈ کی طرز پر شرعی عدالتیں قائم ہیں' جنہیں امریکہ کا عدالتی سسٹم بھی تسلیم کرتا ہے اور ان کے فیصلوں کو دستوری تحفظ حاصل ہے۔ گزشتہ سال 9 اگست کو نیویارک میں "شریعہ بورڈ" کی میٹنگ تھی' جس میں مجھے بھی شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس میں ان شریعہ بورڈز کی سالانہ کارکردگی کی رپورٹ پیش کی گئی۔ ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا گیا کہ شکاگو کے شریعہ بورڈ کو وہاں کی مقامی عدالت نے ایک کیس ریفر کر دیا' جو دو مسلمانوں کے درمیان کاروباری شراکت ختم ہونے کے بعد اثاثوں کی تقسیم کے تنازع پر تھا۔ مقامی عدالت میں سات سال سے وہ کیس چل رہا تھا' لیکن کوئی فیصلہ نہیں ہو پا رہا تھا۔ دونوں طرف سے ہزاروں ڈالر اس مقدمے پر خرچ ہو چکے تھے۔ تنازع چونکہ دو مسلمانوں کا تھا اس لئے مقامی عدالت نے اسے "شریعہ بورڈ" کو بھجوا دیا۔ شکاگو شریعہ بورڈ کے سربراہ انڈیا سے تعلق رکھنے والے ایک بزرگ عالم دین مولانا مفتی نوال الرحمٰن فاضل دیوبند ہیں۔ انہوں نے اس مقدمے کا فیصلہ گیارہ روز میں کر دیا اور فریقین میں سے کسی کا ایک ڈالر بھی مزید خرچ نہیں ہوا۔ چونکہ فیصلہ دونوں مسلمانوں کے مذہب اور عقیدے کے مطابق تھا اس لئے انہوں نے خوش دلی سے اسے تسلیم بھی کر لیا۔ مقامی عدالت نے بھی اس فیصلے کی توثیق کی اور "شریعہ بورڈ" کا باقاعدہ شکریہ ادا کرتے ہوئے لکھا کہ آئندہ بھی اس قسم کے پیچیدہ کیسوں میں اس سے رجوع کیا جائے گا۔

جنوبی افریقہ میں یہ کام "مسلم جوڈیشل کونسل" کے نام سے ہو رہا ہے۔ اس کے سربراہ انڈیا سے تعلق رکھنے والے ایک بزرگ عالم دین مولانا محمد یوسف کران ہیں۔ وہ بھی دارالعلوم دیوبند کے فاضل ہیں۔ گزشتہ نومبر میں مجھے "کیپ ٹاؤن" جانے کا اتفاق ہوا تو میں نے "مسلم جوڈیشل کونسل" کے دفتر میں حاضری دی اور اس کے کام کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ کونسل کے سیکرٹری مولانا عبدالخالق علی افریقی مسلمان ہیں۔ انہوں نے جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی سے تعلیم حاصل کی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ہمیں ہر ہفتے ستر اور اسی کے درمیان مقدمات موصول ہوتے ہیں۔ ان میں سے بیشتر تنازعات ہم فریقین کے درمیان ثالثی کا کردار ادا کر کے مصالحت کی صورت میں طے کرا دیتے ہیں۔ اوسطاً پانچ چھ کیس جو مصالحت سے طے نہیں ہو پاتے' ان کے لئے جمعرات کو باقاعدہ عدالت لگتی ہے اور دو تین پیشیوں میں ان کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ مسلم جوڈیشل کونسل کے ان فیصلوں کو جنوبی افریقہ کا عدالتی نظام بھی تسلیم کرتا ہے۔"

اسلامی عدالتوں کے قیام کی تحریک صومالیہ میں بھی کامیابی سے ہمکنار ہوئی ہے۔ صومالیہ کو 1960ء میں برطانیہ اور اطالیہ کے استبداد سے رہائی نصیب ہوئی۔ اپنی آزادی سے لے کر یہ ملک داخلی انتشار اور خانہ جنگی کا شکار چلا آیا ہے۔ اس میں علاقائی ممالک کے علاوہ امریکہ کا بھی ہاتھ تھا۔ حافظ محمد عبداللہ صومالیہ میں اسلامی عدالتوں کے قیام کے حوالے سے لکھتے ہیں: "ملک کی ابتر صورت حال کو ریاستی اداروں بالخصوص عدلیہ کی کسی بھی سطح پر عدم موجودگی بھیانک تر بنا رہی تھی۔ اپنوں ہی کی چیرہ دستیوں کا شکار مظلوم عوام اپنے آپ کو بالکل بے دست وپا محسوس کر رہے تھے کہ علماء کی جانب سے تشکیل دی جانے والی عدالتوں کی صورت میں انہیں امید ونجات کی ایک صورت دکھائی دی۔

ابتدائی طور پر شرعی عدالت کا قیام 1997ء میں ایک قبائلی جھگڑے کو نمٹانے کی خاطر عمل میں آیا تھا۔ پھر دیکھا دیکھی مقدیشو میں موجود تمام قبائل کے اندر اپنے اپنے قبیلے کے لئے شرعی عدالت کے قیام کا تصور مقبول ہونا شروع ہوا۔ جن علاقوں میں یہ عدالتیں قائم ہوتی گئیں وہاں امن وامان کی صورت حال بتدریج بہتر ہوتی چلی گئی۔

قتل اور لوٹ مار کے واقعات میں نمایاں کمی ہوئی۔ جہاں کہیں اس قسم کی واردات ہوتی قبیلے کے جوانوں پر مشتمل شرعی عدالت کی اپنی فورس عدالت کے احکامات کی تنفیذ کے لئے حرکت میں آجاتی۔"

(بحوالہ: ترجمان القرآن جولائی 2006ء)

2005ء میں مختلف قبائل میں قائم شرعی عدالتوں پر مشتمل ایک یونین تشکیل پائی۔ ایک نوجوان عالم دین شیخ شریف شیخ احمد اس کے سربراہ قرار پائے۔ اتحاد کے نتیجے میں ایک طرف ان عدالتوں کے اثر ونفوذ میں اضافہ ہوا تو دوسری طرف ان کے فیصلوں میں یک رنگی آئی۔ عوام الناس میں شرعی عدالتوں کی وقعت اور ان کے اتحاد کی مقبولیت اس قدر بڑھی کہ دارالحکومت پر قابض مختلف جنگجو گروپوں نے جب عدالتوں سے احکامات کی تنفیذ میں روڑے اٹکانے کی کوشش کی (جیسے پاکستان میں سیکولر جماعتیں کررہی ہیں) تو عوام الناس نے ازخود شہر کی تمام بڑی بڑی شاہراہوں پر رکاوٹیں کھڑی کر دیں اور عوام عدالتی احکامات کی تنفیذ کے لئے سڑکوں پر نکل آئے اور بالآخر شرعی عدالتوں کے اتحاد کو مقدیشو پر مکمل کنٹرول حاصل ہوگیا۔

بعدازاں اگرچہ امریکہ اور علاقائی ممالک کی سازشوں سے ملک انتشار کی راہ پر چل نکلا، تاہم نئے فارمولے کے تحت 31 جنوری 2009ء کو جبوتی میں ایک نئی عبوری پارلیمنٹ وجود میں آئی' جس میں 200 ارکانِ اسمبلی اسلامی گروپوں سے اور 75 مختلف قبائل سے نامزد کئے گئے۔ ہر قبیلے کو اس کے حجم کے مطابق نمائندگی دی گئی۔ اس اجلاس میں کثرت رائے سے شیخ شریف احمد کو صومالیہ کا نیا صدر چن لیا گیا جو اسلامی عدالتوں کے اتحاد کے سربراہ ہیں۔

دنیا میں الیکشن، ووٹ او جمہوریت کا شور وغوغا مچایا گیا اور عوام کے ذہنوں میں پارلیمنٹ کی بالادستی کا ایسا تصور راسخ کیا گیا کہ اسمبلیوں کے بغیر نظام کی تبدیلی ناممکن ہے۔ لیکن 31 جنوری 2009ء کو صومالیہ کے حسین تجربے اور 16 مارچ 2009ء کے پاکستان میں لانگ مارچ یعنی رائے عامہ کے دباؤ نے بظاہر ناممکن کو ممکن بنادیا اور یہ ثابت کر دیا کہ رائے عامہ کے دباؤ سے ہی دنیا میں مروج استحصالی نظام کی تبدیلی ممکن ہے۔ جن اسمبلیوں میں سرمایہ دار، جاگیردار اور صنعتکار براجمان ہوں، وہ تو صرف اپنی مراعات، مشاہرے، الاؤنسز، بڑھانے میں دلچسپی لیتی ہیں۔ یہاں اپنے استحقاق کے لئے حزب اقتدار اور حزب اختلاف دونوں ایک ہوجاتے ہیں، لیکن عوام کو اپنے حقوق اور مسائل کے حل کے لئے سڑکوں پر نکلنا پڑتا ہے۔ اسمبلیوں میں کوئی مسئلہ حل ہی نہیں ہوتا جن پر عوام کے ٹیکس کے اربوں روپے خرچ ہورہے ہیں۔ عوام کی بنیادی ضرورت اسلام کا نظامِ عدل ہے، جس کے لئے جدوجہد ناگزیر ہے۔

ہمارے ہاں سوات میں نظام عدل ریگولیشن نافذ ہوا تو اب اس پر یہ اعتراض یہ کیا جا رہا ہے کہ یہ متوازی عدالتی نظام ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ملک میں تعلیمی نظام بھی تو تین قسم کا رائج ہے۔ ایک اردو میڈیم یا سرکاری سکول وکالج، دوسرا انگلش میڈیم یا پبلک سکولز اور تیسرا عربی میڈیم یعنی دینی مدارس۔ ان کو تو کوئی متوازی نظام نہیں کہتا، کیونکہ ہر شخص کی مرضی ہے یا اپنی استطاعت ہے کہ وہ اپنے بچوں کو اردو میڈیم میں پڑھائے یا انگلش میڈیم میں یا دینی مدرسے میں۔ اسی طرح اگر پورے پاکستان میں جیسا کہ آئین کی شق نمبر 227 کا تقاضا ہے کہ خلاف شریعت قوانین کو شریعت کے مطابق بنایا جائے گا، اگر قاضی عدالتیں بھی قائم کردی جائیں اور ہر شخص کو آزادی ہو کہ وہ قاضی عدالتوں سے اپنے تنازعات کا فیصلہ کرالے یا مروجہ عدالتی نظام سے تو اس میں حرج کیا ہے بلکہ یہ ایک جمہوری عمل ہے۔ مقصد تو جھگڑے نمٹانا ہے اور جلد اور آسان طریقے سے نمٹانا ہے تو جو بہتر نظام ہوگا وہ (Survive) باقی رہے گا۔

قاضی عدالتوں کا قیام کیسے ممکن ہے؟

قاضی عدالتوں کے لئے تو ہمارے پاس نہ صرف فقہ کے ماہر بلکہ مروّجہ قانون کے ماہر بھی دستیاب ہیں، بلکہ دیگر شعبوں میں بھی اب تو درس نظامی کے فارغ Ph.D بھی بافراط میسر ہیں، ان کی خدمات حاصل کی جائیں، ان کی کمیٹیاں بنائی جائیں۔ وہ مزید غور وخوض کر کے جزئیات (Detail) تک طے کریں۔ قاضی عدالتیں فوری طور پر اپنے حلقۂ اثر میں کام شروع کر سکتی ہیں۔ اس میں کوئی امر مانع نہیں ہے۔ ہر دینی جماعت کا اپنا حلقۂ اثر ہے اور اپنے پیروکاروں کو ترغیب دیں کہ وہ اپنے تنازعات وخصومات کا فیصلہ قاضی عدالتوں سے کرائیں۔

مساجد، دینی مدارس اور دینی جماعتوں کے دفاتر میں قاضی عدالتیں قائم کی جاسکتی ہیں اور لوگوں کو ترغیب وتحریص دی جائے کہ وہ اپنے خاندانی مالی (مثلاً وراثت کے) تنازعات شریعت کے مطابق قاضی عدالتوں سے فیصل کرائیں۔ پھر رفتہ رفتہ یہ ایک عام Trend بن جائے گا۔ جب عوام نظام عدل کے فیضان سے فیض یاب ہوں گے تو وہ خلافت کے قیام کا مطالبہ کریں گے۔ اس طرح خلافت کے قیام کی راہ ہموار ہوگی۔ نظام عدل کا قیام ہی قیام خلافت کی راہ ہموار کرے گا۔

قلمی جہاد میں حصہ لیجیے

قارئین اور رفقائے تنظیم اسلامی!

آپ روزانہ اخبارات وجرائد کا مطالعہ کرتے ہیں۔ ان اخبارات میں جہاں بہت سے کالم آپ کو اسلامی نظریہ کی ترویج وحمایت میں ملتے ہیں وہاں کئی کالم ایسے بھی دکھائی دیتے ہیں جو سیکولر اپروچ کے تحت لکھے اور شائع کیے جاتے ہیں اور ان سے اسلام دشمنی عیاں ہوتی ہے۔ ایسے کالموں سے پڑھنے والوں کے ذہنوں میں اسلام اور اس کے نظام زندگی کے متعلق غلط فہمیاں جنم لیتی ہیں اور اسلامی نظریہ پر ان کے اعتماد میں کمی آتی ہے۔ اِس قسم کی تحریریں دانستہ یا نادانستہ اسلام کے خلاف عالمی سطح پر جاری مہم کا حصہ ہیں۔ اس مہم کے خلاف جہاد کی ایک صورت قلمی جہاد ہے۔ بحیثیت مسلمان آپ پورے شعور کے ساتھ اس جہاد میں حصہ لیجیے۔ آپ کو کسی بھی اخبار یا رسالے میں کوئی ایسا کالم پڑھنے کو ملے جو دینی حقائق کے منافی ہو، اسلامی ضابطۂ حیات کے خلاف ہو، یا جس میں اسلامی تعلیمات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا ہو، تو اُس کے خلاف قلم اٹھائیے۔ اس سلسلہ میں ندائے خلافت میں "جواب آں غزل" کے عنوان سے ایک نیا سلسلہ شروع کیا جارہا ہے۔ اس میں آپ کی طرف سے موصولہ تحریروں کو ترجیحی بنیادوں پر شائع کیا جائے گا۔ ہمیں آپ کی تحریروں کا انتظار رہے گا۔ (ادارہ)

الٰہی خیر میرے آشیاں کی

محمد سمیع

پاکستان کی امریکہ کے ساتھ دوستی رنگ لا رہی ہے۔ امریکہ کے ہمارے وطن کے خلاف عزائم کھل کر سامنے آ چکے ہیں۔ امریکی پریس، ذمہ داران اور اہلکاران کے بیانات جو حالیہ دنوں اخباری صفحات کی زینت بنے ہیں، آیئے ان کا جائزہ لیتے ہیں، تاکہ حالات کی سنگینی کھل کر سامنے آسکے۔ ان میں جنرل پٹریاس کے مشیر ڈیوڈ کلن کا وہ بیان ہے جس میں انہوں نے ہرزہ سرائی کی ہے کہ پاکستان چھ ماہ میں ٹوٹ سکتا ہے۔ کولن پاول نے اپنے بیان میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ پاکستان کے ٹوٹنے سے پوری دنیا کا توازن بگڑ جائے گا اور سابق وزیر خارجہ میڈلن البرائٹ نے کہا ہے کہ میں اب بھی کہتی ہوں کہ پاکستان عالمی سردرد بن چکا۔

امریکی صدر اوبامہ کا ایک طرف یہ کہنا ہے کہ القاعدہ پاکستان میں مضبوط ہے اور امریکہ پر حملے کی تیاری کر رہا ہے، تو دوسری طرف انہوں نے یہ کہہ کر یورپ کو خائف کرنے کی کوشش کی ہے کہ القاعدہ کا امریکہ کی نسبت یورپ پر حملہ کرنا آسان ہے۔ ایک طرف وہ پاکستان کو تسلی دیتے ہیں کہ نیٹو پاکستان میں کوئی کارروائی نہیں کرے گی تو دوسری جانب نہ صرف ڈرون حملے جاری ہیں بلکہ اب نیٹو کمانڈر کہتے ہیں کہ ڈرون حملوں کا دائرہ بلوچستان سمیت دوسرے حصوں تک وسیع ہوسکتا ہے۔ ان کے اس بیان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارا پورا ملک ان کا ہدف ہے۔

جنرل ڈیوڈ پٹریاس کہتے ہیں کہ امریکہ پاکستان اور افغانستان میں طالبان اور عسکریت پسندوں کے خلاف جنگ کا کنٹرول سنبھال سکتا ہے۔

سب سے خطرناک بیان تو امریکی فوج کے سربراہ مائیک مولن کا ہے کہ شدت پسند نائن الیون جیسے حملے کی دوبارہ تیاری کر رہے ہیں اور یہ حملہ قبائلی علاقوں سے ہوگا۔ نائن الیون کے بعد امریکہ نے افغانستان پر حملہ کیا تھا۔ اس تناظر میں اگر مائیک مولن کے بیان پر غور کیا جائے تو پاکستان کے خلاف امریکہ کے عزائم کھل کر سامنے آجاتے ہیں۔

ہماری بدقسمتی کی انتہا یہ ہے کہ ہمارے حکمران امریکہ کی نئی پالیسی کے تحت 1.5 ارب ڈالر کی امداد کے اعلان پر بغلیں بجا رہے ہیں جبکہ امریکہ نے اول تو بلینک چیک دینے سے انکار کیا ہی ہے، رچرڈ ہالبروک کے مطابق افغانستان اور پاکستان میں ضلعی سطح پر سویلین اہلکار تعینات کیے جائیں گے جو زراعت، اقتصادیات، توانائی کے منصوبوں اور دیگر پروجیکٹس میں ان حکومتوں کی مدد کریں گے۔ اس نئی پالیسی کے مطابق پاک فوج امریکہ سے مرضی کا اسلحہ نہیں خرید سکے گی۔ آئی ایس آئی اور خفیہ ایجنسیوں پر امریکہ کے وزیر دفاع رابرٹ گیٹس یہ الزام عائد کر رہے ہیں کہ ان کے گلبدین حکمت یار، عبدالقدیر خان اور حقانی گروپ سے رابطے ہیں۔ ہماری حکومت اسے پاکستان پر امریکی بداعتمادی کا نام دے رہی ہے۔ حالانکہ یہ بداعتمادی نہیں بلکہ پاکستان کے خلاف امریکی عزائم کی تکمیل کے لئے سوچی سمجھی پالیسی نظر آتی ہے۔ مائیک مولن کا کہنا ہے کہ اسامہ بلوچستان میں ہے اور بیت اللہ محسود امریکہ کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہے، حالانکہ پاکستان کی نشان دہی کے باوجود امریکہ بیت اللہ محسود کو ہٹ کرنے سے گریز کرتا رہا ہے۔

ان سب باتوں سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امریکہ نے پاکستان کو ہٹ کرنے کے لئے ہر حربہ استعمال کرنے کا انتظام کر رکھا ہے تاکہ خاکم بدہن علاقہ میں بھارت کی بالادستی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ یعنی ایٹمی پاکستان کا وجود ہی ختم کر دیا جائے۔ ہالبروک نے بھی حال ہی میں نئی دہلی میں یہ بیان دیا ہے کہ بھارت علاقہ میں لیڈر کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی حیثیت منوانے کے لئے امریکہ ہمارے ایٹمی پلانٹ کو ختم کرنے کا ارادہ رکھتا ہے جنرل مائیک مولن کے ایک بیان کے مطابق طالبان اسلام آباد پہنچنے کے قابل ہوگئے ہیں۔ حکومت اور ایٹمی ہتھیار پر قبضہ کا خطرہ ہے۔ امریکہ کو ہمارے ایٹمی پلانٹ کو ختم کرنے کے لئے کسی نہ کسی بہانے کا انتظار ہے۔ دہشت گردی کے خلاف نام نہاد عالمی اتحاد میں شمولیت کا نقصان یہ ہوا ہے کہ ہمارا وطن دو گروہوں کے درمیان سینڈوچ بن کر رہ گیا ہے۔ ایک طرف امریکہ اور چند دیگر یورپی ممالک سمیت اسرائیل اور بھارت ہیں جو وطن عزیز میں خانہ جنگی کی کیفیت پیدا کرنے کی انتہائی کوشش کر رہے ہیں تو دوسری طرف ہمارے حکمرانوں کی امریکہ کی کاسہ لیسی کے ردعمل میں اندرون ملک انتہا پسندانہ سرگرمیوں کو فروغ حاصل ہوا ہے۔ وطن عزیز اس وقت شدید بدامنی کی لپیٹ میں ہے۔ دنیا بھر میں یہ پروپیگنڈا کیا جارہا ہے کہ پاکستان دہشت گردوں کی پناہ گاہ بن گیا ہے۔

ایک اور انتہائی تشویشناک خبر یہ ہے کہ ہمارے عظیم دوست چین کے سیکیورٹی کے وزیر نے شنگھائی میں صدر زرداری کو ملاقات کر کے آگاہ کر دیا تھا کہ ایسٹ ترکستان اسلامک موومنٹ کا ملٹری ہیڈ کوارٹر پاکستان کے قبائلی علاقوں میں ہے۔ اب ایک خبر سینیٹر مشاہد حسین کے توسط سے شائع ہوئی ہے کہ مذکورہ تنظیم اکتوبر میں ہونے والی کیمونسٹ انقلاب کی 60ویں تقریبات کے موقع پر دہشت گردانہ کارروائیوں کی منصوبہ بندی کر رہی ہے۔ اس تمام تر صورتحال کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے دہشت گردی کے خلاف نام نہاد عالمی اتحاد میں شمولیت اختیار کر رکھی ہے۔

اس صورتحال سے نکلنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ ہمارے حکمراں پاکستان کے اس عالمی اتحاد سے نکلنے کی صورت پیدا کریں، جس کے آثار دور دور تک نظر نہیں آ رہے ہیں۔ ایسے میں ہم اللہ تعالیٰ کی جناب میں فریاد کناں ہیں کہ "مملکت" پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے۔ ہمیں تو اب صرف تیری نصرت ہی بچا سکتی ہے، اگر تیری مشیت میں اس مملکت کا قائم رہنا ہے۔ ہم نے تو اپنی بداعمالیوں کے ذریعہ اس کو ختم کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ ہماری بداعمالیوں کے نتیجے میں ہم پر وہ حکمران رہے ہیں اور ہیں جو اپنے اقتدار کے سوا کسی شے سے کوئی غرض نہیں رکھتے۔ ملک دولخت ہوگیا، ان پر کوئی فرق نہیں پڑا۔ خدانخواستہ لخت لخت ہوجائے تو بھی ان پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ خاکم بدہن، اگر یہ ملک نہ رہا تو یہ اپنے اپنے ٹھکانوں کی طرف اڑ جائیں گے جہاں انہوں نے قومی دولت لوٹ لوٹ کر بینکوں میں جمع کر رکھی ہے۔ برق گرے گی تو بیچارے عوام پر، کیونکہ سارا کیا دھرا ان ہی کا ہے۔ وہ جانے پہچانے سوراخوں سے بار بار ڈسے جانے کے باوجود ان میں ہاتھ ڈالنے سے باز نہیں آتے اور اپنے ووٹوں کے ذریعہ ایسے حکمرانوں کو خود پر مسلط کرتے رہتے ہیں۔

نفاذ شریعت، سوات، پاکستان

انجینئر محمد سلیم اللہ خان

13 اپریل 2009ء کو پارلیمنٹ نے سوات امن معاہدہ کے مطابق شرعی نظام عدل کو متفقہ طور پر منظور کیا اور صدر زرداری نے بھی دستخط کر دیے۔ پارلیمنٹ کے ارکان نے ملک میں قیام امن اور جذبہ ایمانی کا ثبوت پیش کیا کہ قیام پاکستان کا مقصد نفاذ شریعت ہی ہماری فلاح کا راستہ ہے جبکہ دو روز قبل رچرڈ ہالبروک اور جنرل مائیک مولن نے ڈالر اور ڈرون حملوں کے ذریعے اسے روکنے کے ہتھکنڈے استعمال کیے۔ یہ منظوری امریکی تسلط سے نجات کی طرف پہلا قدم ثابت ہوئی ہے۔ اب امریکہ نے نفاذ شریعت کی کھلی مخالفت کر دی ہے اور پاکستان کو غیر مشروط امداد سے انکار کر دیا ہے۔ جس سے بلی تھیلے سے نکل آئی ہے کہ نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ نفاذ شریعت کے خلاف جنگ ہے اور امریکہ جھوٹا ہے کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نہیں۔

حکومت سرحد اور تحریک نفاذ شریعت محمدیؐ کے درمیان مالاکنڈ ڈویژن اور ضلع کوہستان اور سوات میں شرعی نظام عدل کے نفاذ کا معاہدہ ہوا جس کا ثمر ہے کہ فوری امن وامان کی فضا قائم ہوئی اور مسلمانوں کے ہاتھوں خونریزی کا سلسلہ رکا۔ تحریک طالبان پاکستان نے بھی فائر بندی کا اعلان کیا اور فوجی سیکیورٹی آپریشن بھی روکا گیا لیکن صدر آصف علی زرداری نے اس معاہدہ کی توثیق میں اگر مگر کی شرطوں سے تاخیر کر کے مستقبل میں امن وامان کے امکان کو امریکی خواہش کے مطابق لٹکائے رکھا تھا۔ یہ تاخیر نوکر شاہی کے امریکہ پرست مہروں، CIA، RAW، موساد اور شریعت مخالف NGOs کو اسے ناکام کرنے کے لئے موقع فراہم کرتی رہی۔ نام نہاد 17 سالہ لڑکی کو کوڑے لگاتے ہوئے جعلی فلم میڈیا کو مہیا کر کے سوات معاہدہ اور نفاذ شریعت کے خلاف ایک طوفان کھڑا کیا گیا جس میں مظاہروں میں ایم کیو ایم پیش پیش تھی۔ امریکہ، بھارت، نیٹو نے کھلی مخالفت کی ہے اور ہالبروک نے پاکستان، افغانستان اور بھارت کے دورے سے امریکہ واپسی پر 9/11 کے ٹوئن ٹاور حملے، ممبئی حملے اور افغانستان میں افغان طالبان کی مزاحمتی تحریک کا مرکز پاکستان میں قرار دیا۔ اس طرح وار آن ٹیرر کا اصل ہدف پاکستان اور نفاذ شریعت ثابت کر دی ہے۔

اس سے قبل شیرپاؤ کی سرحد حکومت کے دور میں نظام عدل ریگولیشن اور بعد میں گورنر سرحد کے نیک محمد کے ساتھ مذاکرات اور معاہدہ اور موجودہ ANP حکومت کے ابتدائی مذاکرات کو امریکہ نے اپنے ڈرون حملوں سے سبوتاژ کیا اور نوکر شاہی ناکامی کی سازش کو مہلت مہیا کرتی رہی۔ اس طرح تینوں دفعہ امن کے قیام کی کوششیں ناکام کی گئیں اور امریکہ اب یہ شیطانی دلیل دے رہا تھا کہ مذاکراتی عمل پہلے بھی ناکام ہوا ہے، اس لئے یہ معاہدہ نہ کیا جائے۔ اور فوجی آپریشن جاری رکھا جائے۔ خود 17000 مزید فوج بھی افغانستان پاکستان سرحد کے لئے بھیج رہا ہے۔

> **امریکہ نے نفاذ شریعت کی کھلی مخالفت کر دی ہے اور پاکستان کو غیر مشروط امداد سے انکار کر دیا ہے۔ جس سے بلی تھیلے سے نکل آئی ہے کہ نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ نفاذ شریعت کے خلاف جنگ ہے**

زرداری صاحب کی NRO بڑی کمزوری ہے۔ امریکہ آئی ایم ایف کے مزید 3-1/2 ارب کے ڈالر کے قرضے، ایک ارب ڈالر سالانہ فوج کو اور 1-1/2 ڈالر ڈویلپمنٹ کے لئے دینے کے اعلان کیے ہوئے ہے۔ جیسے وہ ہاتھ مروڑ کر گاجر کھلا کر اپنی بات ماننے پر مجبور کرتا ہے۔ صدر زرداری نے کہا ہے کہ طالبان حکومت پاکستان پر قبضہ چاہتے ہیں۔ اس معاہدہ اور اس کے نتیجے میں سوات میں امن نے یہ پروپیگنڈا غلط ثابت کر دیا ہے کہ یہ جنگ ہماری ہے۔

سونے پر سہاگہ ہمارے وزیر اعظم نے اپنے پہلے دورہ امریکہ پر جانے سے قبل خود یہ اعلان کیا تھا کہ قبائل سے دوسرا 9/11 کا واقعہ رونما ہو سکتا ہے۔ صدر صاحب اور وزیر اعظم کی یہ باتیں امریکیوں سے امداد میں اضافے کے لئے اسی طرح میڈیا میتورنگ ہو سکتی ہیں، جس طرح پرویز مشرف اپنے دور میں کرتے تھے اور اربوں ڈالر خود ہضم کر لیتے تھے، جس کا اعتراف انہوں نے خود اپنی کتاب میں بھی کیا تھا۔ صدر صاحب نے اب 30 ارب ڈالر کے غیر مشروط مارشل پلان کا مطالبہ بھی کر دیا، جبکہ امریکہ خود قرضے مانگ رہا ہے۔ امریکہ نے غیر مشروط امداد سے انکار کر دیا ہے۔ پاکستان کو مارشل پلان کی نہیں بلکہ اپنے وسائل مارشل کر کے خود انحصاری کی معیشت کی ضرورت ہے، جو ہمارے حکمرانوں کا فریضہ ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا ان بدعنوانیوں میں لت پت امداد کی خاطر ہم اپنے خطے میں اور عوام میں تصادم اور خونریزی اور اپنے قیام پاکستان کے مقصد نفاذ شریعت کو پس پشت ڈال دیں۔ یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ طالبان کے افغانستان میں چند سالہ دور حکومت میں یہ خطہ دنیا میں جرائم سے پاک اور امن وامان کی مثال بنا ہوا تھا۔ ہتھیار جمع کرا دیے گئے تھے اور افیون کی کاشت بند ہو گئی تھی جبکہ اس کے معاشی وسائل نہ ہونے کے برابر تھے۔ نفاذ شریعت کی یہ کامیاب مثال مغرب کے یہود اور نیوکانز کے لئے سنگین خطرے کی گھنٹی تھی، جسے ناکام کرنے کے لئے ٹوئن ٹاور سازش پر عمل درآمد کر کے افغانستان پر صلیبی فوج کشی کی گئی اور حکومت ختم ہو گئی۔ پاکستان میں نظام اسلام سے بے بہرہ مشرف کی حکومت کو ایک ٹیلی فون دھمکی سے زیر کر کے 8 سال مسلط کیے رکھا جس نے ساری مدت خلاف شریعت پالیسیاں نافذ کیے رکھیں۔ امریکہ نے سوڈان میں نفاذ شریعت کے بعد حملے کیے اور ڈارفر کے علیحدگی پسندوں کی خود پشت پناہی کی اور اب وہاں کے صدر عمر البشر کی گرفتاری کے بین الاقوامی وارنٹ جاری کیے ہوئے ہیں۔

سوات اور مالاکنڈ ڈویژن میں نفاذ شریعت کی جدوجہد اس وقت سے چل رہی ہے جس وقت سوات اسٹیٹ کو پاکستان میں ضم کرنے کے بعد فاٹا ریگولیشنز پر عمل درآمد سے وہاں پہلے نافذ شرعی نظام عدل کی جگہ اینگلو سیکسن قوانین نے لی۔ سوات کے رولر نے شرعی نظام عدل کے نفاذ سے سوات میں سالوں مثالی امن وامان قائم رکھا تھا لیکن نئے نظام سے فیصلوں میں لامتناہی تاخیر

سے عوام کو دھچکا لگا اور اس سے نفرت بڑھتی گئی۔ اس اثناء میں ہائیکورٹ نے ریگولیشنز کو آئین کے خلاف ہونے کا فیصلہ دے دیا، جس کے بعد علاقہ میں عدالتی قانونی مکمل خلا پیدا ہو گیا۔ نوکر شاہی اور پولیٹیکل ایجنسیاں اپنے گل کھلاتے رہے۔ اس دوران صوفی محمد نے عوامی مزاج اور دینی ایمانی تقاضے کے مطابق پرامن تحریک نفاذ شریعت محمدی مالاکنڈ قائم کی جو باوجودان کے چار سال قید رہنے کے مسلسل زور پکڑتی گئی۔

مولانا محمد عبدالستار خان نیازی علیہ الرحمۃ کے وزارت امور مذہبیہ کے دور میں صوفی محمد نے اپنے 35 رکنی وفد کے ساتھ ان سے اسلام آباد میں ملاقات کی جس میں راقم الحروف بھی موجود تھا۔ مالاکنڈ میں پاکستان کے نفاذ شریعت ایکٹ 1991ء کے نفاذ کا مطالبہ کیا اور مولانا نیازیؒ کو اپنی مجلس شوریٰ اماندرہ میں خطاب کی دعوت دی۔ جس میں انہوں نے شرکت کی۔ واضح رہے کہ پاکستان کے آئین میں قرارداد مقاصد، آرٹیکل 31, 203, 227, 228, 230، 2A, 2 اور نفاذ شریعت ایکٹ 1991ء ریاست پاکستان کے تینوں اداروں، مقننہ، انتظامیہ (حکومت) عدلیہ کو قرآن وسنت کی تعلیمات کے نفاذ کا پابند کرتے ہیں اور یہ آئینی قانونی بنیاد سوات میں نظام عدل ریگولیشن سے کہیں زیادہ جاندار بنیادی ہے۔ پورے پاکستان میں نفاذ شریعت پر عمل درآمد حکومت کا آئینی، قانونی، دینی اور ایمانی فریضہ ہے لیکن نوکر شاہی اور انتظامیہ اور عدلیہ کے مغرب پرست سیکولر کارندوں نے اب تک عمل درآمد نہیں کیا، اس لئے جہاں سوات مالاکنڈ ڈویژن میں شرعی نظام عدل کے معاہدے نے امن کی ضمانت مہیا کی ہے، اس کو ناکام کرنے میں اوپر بیان کردہ عناصر اپنی انہی سازشی پالیسیوں پر عمل پیرا ہیں۔ سوات میں امن قائم کرنے کی اپنی ذمہ داری پوری کرنے کے بعد صوفی محمد نے الٹی میٹم دیا کہ اگر عملدرآمد نہ کیا گیا تو وہ دوبارہ تحریک نفاذ شریعت محمدی کے احتجاجی کیمپ قائم کرنے پر مجبور ہوں گے۔

پاکستان میں نفاذ شریعت کے اقدامات اور خلاف شرع پالیسیوں میں رسہ کشی قیام پاکستان سے چلی آ رہی ہے۔ قائداعظم علیہ الرحمہ نے اپنے خطابات میں نفاذ شریعت اور اسلامی معیشت کے پاکستان میں عمل درآمد کے واشگاف الفاظ میں اعلان فرما دیئے تھے۔ قائداعظم کی رحلت کے بعد آئین ساز اسمبلی سے تمام مسالک و مکاتب فکر کی متفقہ قرارداد مقاصد کو خان لیاقت علی خان نے منظور کرایا۔ جس میں قرآن وسنت کی تعلیمات کو آئین وقانون کا ماخذ (Grund Nom) کی حیثیت حاصل ہے۔ جس کے بعد CIA اور نوکر شاہی کی سازش سے خان لیاقت علی خان کو شہید کر دیا گیا۔ غلام محمد نے آئین ساز اسمبلی توڑ دی۔ سکندر مرزا اور ایوب خان 1935ء انڈیا ایکٹ کے اینگلوسیکسن لاء کو ماخذ مان کر حکومت چلاتے رہے۔ تحریک پاکستان کے اسلامی نظریہ کی اس بنیاد کو منہدم کرنے سے مشرقی اور مغربی پاکستان کے اتحاد کی دینی ایمانی، روحانی اور نظریاتی بنیاد منہدم ہو گئی اور بالآخر مشرقی پاکستان ہم سے علیحدہ ہو گیا۔ 1973ء کے متفقہ آئین میں قراردادِ مقاصد کو دوبارہ آئین کی بنیاد بنا دیا گیا اور آرٹیکل 2 میں ریاست کا مذہب اسلام قرار پایا اور قومی اسمبلی مسلم اسمبلی قرار پائی۔ آئین میں مسلمان کی متفق علیہ تعریف بھی کی گئی۔ ضیاء الحق نے قرارداد مقاصد کو دیباچہ کے ساتھ آرٹیکل 2A میں شامل کرایا اور فیڈرل شریعت کورٹ، سپریم کورٹ شریعت اپیلنٹ بنچ قائم کئے جنہیں منتخب اسمبلیوں نے انڈیمنٹی مہیا کی۔ مشرف نے 17ویں ترمیم سے مسلم اسمبلی کا اندراج ختم کرایا، جس کی منظوری میں مولانا فضل الرحمان بھی پیش پیش رہے۔

پاکستان کی مخدوش امن وامان وبقاء وسلامتی کی ضمانت اسی میں ہے کہ آئین کے مطابق پاکستان میں نفاذِ شریعت پر عمل درآمد کیا جائے۔ نفاذِ شریعت سے سوات کی طرح سارا ملک امن وامان کا گہوارہ بن جائے گا

اسلامی نظریاتی کونسل 1998ء تک کے تمام موجودہ قوانین میں قرآن وسنت کی تعلیمات کے مطابق ترامیم مکمل تیار کر چکی ہے، جن کو منظوری کے لیے پارلیمنٹ میں پیش کرنا آئینی تقاضا ہے لیکن یہ اب تک پورا نہیں کیا گیا۔ یہ ترامیم صرف سادہ اکثریت سے پارلیمنٹ منظور کرے تو شرعی قوانین ہو جائیں گے۔ 1999ء میں میاں نواز شریف کی وزارتِ عظمیٰ میں مولانا عبدالستار خان نیازیؒ کی تحریک پر اسمبلی میں قرآن وسنت سپریم لاء کی آئینی ترمیم بھی دوتہائی اکثریت سے منظور ہو ئی تھی۔ سینٹ میں اے این پی کے اجمل خٹک نے بھی حمایت کا عندیہ دیا تھا۔ ایم کیو ایم مخالفت کر رہی تھی جس پر مولانا عبدالستار خان نیازیؒ نے، جو اس وقت سینٹ کے رکن تھے فتویٰ جاری کیا کہ جو سینٹ کا رکن اس کے حق میں ووٹ نہیں دے گا، اس کی نماز جنازہ نہ پڑھائی جائے گی اور نہ ہی اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔ یہ فتویٰ انہی خطوط پر مبنی تھا جو پیر جماعت علی شاہؒ نے 1946ء کے انتخابات میں جاری کیا تھا کہ جو پاکستان کے حق میں مسلم لیگ کو ووٹ نہیں دے گا، نہ ہم اس کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور نہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔ اب صوفی محمد نے بھی سوات معاہدہ، شرعی نظام عدل کے نفاذ کے حوالے سے ایسا ہی فتویٰ جاری کیا ہے۔ میاں نواز شریف کا بل سینٹ میں پیش ہونے سے قبل ہی امریکہ نے مشرف سے ساز باز کر کے میاں نواز شریف کی حکومت اور اسمبلی کا خاتمہ کروا دیا۔

امریکی ایجنٹ این جی اوز اور خلاف شریعت حلقے پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ کون سی شریعت نافذ ہوگی۔ دیوبندی، اہلحدیث، جماعت اسلامی، بریلوی شریعت۔ یہ سب غلط پروپیگنڈہ ہے۔ سب ایک ہی شریعت کو مانتے ہیں جو قرآن وسنت کی تعلیمات پر مبنی ہے۔ وہی ایک شریعت سب کی ہے۔ سب فقہ حنفی کے معاملاتی اور اخلاقی قوانین کا نفاذ چاہتے ہیں۔

اسلامی نظام کے دو شعبے حقوق اللہ اور حقوق العباد ہیں۔ حقوق اللہ کے دو شعبے ایمانیات اور عبادات ہیں جو اللہ اور بندے کے درمیان ہیں اور "دین میں جبر نہیں" کا اطلاق اس پر ہے کہ اس کا معاشرے کی طاقت سے فرد پر نفاذ کی اجازت نہیں، لیکن اسلامی نظام کے حقوق العباد کے دو شعبوں معاملات اور اخلاقیات کے قوانین کا معاشرے کی قوت سے نفاذ عین دین وایمان ہے۔ معاشرہ ہی قوت سے قاتل سے قصاص لے گا اور حدود بھی جاری کرے گا، معاہدوں پر عمل درآمد کروائے گا۔ اس کے لیے ریاست، ریاستی ادارے، انتظامیہ (حکومت)، مقننہ (پارلیمنٹ) اور عدلیہ اپنے اپنے دائرہ کار میں قرآن وسنت پر عمل درآمد اور نفاذ کے پابند ہیں اور یہی نفاذ شریعت ہے جسے دین بیزار لوگ سمجھنے سے قاصر ہیں اور دین اسلام کو مغرب کی طرح صرف فرد کا ذاتی حقوق اللہ کا معاملہ سمجھتے ہیں، جبکہ اسلام کا مکمل نظامِ حیات حقوق العباد کی شریعت کے معاشرہ میں نفاذ کا متقاضی ہے۔ سوات مالاکنڈ ڈویژن میں شرعی نظامِ عدل کا نفاذ پارلیمنٹ اور ساری قوم کے لیے قابل مبارک ہے اور قوم کے نمائندوں سے قوی اُمید ہے کہ وہ اسے باجوڑ، فاٹا، صوبہ سرحد اور پورے پاکستان پر نافذ کر کے اپنی آخرت کے ثواب جاریہ کے حق دار بنیں گے۔

پاکستان کے عوام خدا اور رسول اللہ ﷺ کے قوانین

پر عمل کرنا نیکی اور باعث فلاح یقین کرتے اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان قوانین کا تمام مسلمان دل سے احترام کرتے ہیں جبکہ وہ موجودہ اینگلو سیکسن قوانین سے نفرت کرتے ہیں۔ ان کے نفاذ پر عمل درآمد کے لیے 1860ء کے انگریز کے پولیس ایکٹ کے تحت ڈنڈے مارنے اور ریاستی رٹ کے لیے فوجی آپریشن کی ضرورت ہی نہ ہے۔ پاکستان کی مخدوش امن وامان و بقاء وسلامتی کی ضمانت اسی میں ہے کہ آئین کے مطابق پاکستان میں نفاذ شریعت پر عمل درآمد کیا جائے۔ نفاذ شریعت سے سوات کی طرح سارا ملک امن وامان کا گہوارہ بن جائے گا۔ اس کے لیے حکومت مندرجہ ذیل اقدامات کرے:

(1) تمام اسلامی آئینی دفعات پر عمل درآمد کیا جائے۔

(2) 1991ء کے نفاذ شریعت ایکٹ پر سارے ملک میں فوری عمل درآمد کیا جائے۔

(3) امریکہ کی نفاذ شریعت دشمن وار آن ٹیرر ہماری جنگ نہیں ہے، کا اعلان کر دیا جائے۔

(4) امریکی مشروط امداد کو ٹھکرا کر خود انحصاری اپنائی جائے۔

(5) معیشت کو مغرب پرست سودی بینکروں سے آزاد کر کے قومی وسائل وافرادی قوت کو استعمال کیا جائے۔

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

اگر حکومت یہ اقدامات نہ کرے تو عوام کو حق ہے کہ "تحریک بحالی آزاد عدلیہ" کی طرز پر تحریک چلا کر پاکستان کا مستقبل سنواریں۔

ضرورت رشتہ

☆ لاہور کی پنجابی راجپوت فیملی (ذاتی کاروبار) کو اپنے بیٹے، تعلیم ایم بی اے، کی دوسری شادی کے لئے دراز قد، خوش شکل دینی مزاج کی حامل تعلیم یافتہ (بی اے، ایم اے) لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ لڑکی کی عمر تیس سال سے زائد نہ ہو۔

برائے رابطہ:

042-6685362 0300-8488238

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ اولڈ سٹی کراچی کے مبتدی رفیق عبدالرحمٰن کی والدہ وفات پا گئیں

☆ کراچی وسطی تنظیم کے ملتزم رفیق ڈاکٹر جاوید ملک کی والدہ انتقال کر گئیں

اللہ تعالیٰ مرحومات کی مغفرت فرمائے۔ رفقاء واحباب اور قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے

روداد

تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام ڈرون حملوں کے خلاف احتجاجی مظاہرے

تنظیم اسلامی پاکستان کے زیر اہتمام 18 اپریل 2009ء کو ڈرون حملوں کے خلاف ملک بھر میں مظاہرے ہوئے۔ ان مظاہروں کے حوالے سے جن شہروں سے رپورٹیں موصول ہوئیں، اُن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

ملتان: ڈرون حملوں کے خلاف ملتان کی تینوں تنظیم کی مشترکہ ریلی چوک عزیز ہوٹل تا نواں شہر چوک تک نکالی گئی۔ ریلی کی قیادت قائم مقام امیر حلقہ ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی نے کی۔ ان کے ہمراہ چودھری محمود الٰہی، جام عابد حسین اور محمد اسد بھٹہ نے ریلی کی قیادت وانتظام میں حصہ لیا۔ مظاہرہ کے دوران عوام الناس میں ہینڈبل بھی تقسیم کیا گیا۔ ریلی کا آغاز 4 بجے چوک عزیز ہوٹل سے ہوا۔ رفقاء بروقت مجوزہ مقام پر پہنچ گئے۔ مقامی تھانہ سے پولیس بھی آ گئی جس نے ریلی میں سیکیورٹی کے فرائض سرانجام دیے۔ چوک عزیز ہوٹل میں آدھا گھنٹہ قیام کے بعد تمام شرکاء ریلی کی صورت میں ایس پی چوک کی طرف روانہ ہوئے۔ ریلی میں تقریباً 90 افراد شریک ہوئے۔ ایس پی چوک سے ریلی ملتان پریس کلب پہنچی۔ نماز عصر ابدالی مسجد میں ساڑھے پانچ بجے ادا کی گئی۔ نماز کے بعد ریلی چوک نواں شہر پہنچی۔ ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی نے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے چیف جسٹس آف پاکستان سے ڈرون حملوں کے خلاف ازخود نوٹس لینے کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ ڈرون حملے پاکستان کی ایٹمی قوت کے خلاف سازش ہیں۔ ڈالروں کے بدلے اپنے مسلمان بھائیوں کا خون بہانے والے ملک وقوم کے غدار ہیں۔ انہوں نے سوال کیا کہ کیا ہم اس وقت جاگیں گے جب ڈرون حملے اسلام آباد پر ہوں گے۔ مظاہرین نے پلے کارڈ اور بینرز اٹھا رکھے تھے۔ ان پر درج تھا کہ "اگر حکومت ڈرون حملے نہیں رکوا سکتی تو پھر اقتدار چھوڑ دے"۔

کوئٹہ: تنظیم اسلامی کوئٹہ بلوچستان کے زیر اہتمام پاکستان کے قبائلی علاقوں میں ڈرون حملوں کے خلاف بدھ کے روز ندیم احمد اور عبدالسلام کی قیادت میں کوئٹہ پریس کلب کے سامنے خاموش احتجاجی مظاہرہ ہوا۔ مظاہرین نے تنظیم کے جھنڈے اور پلے کارڈ اٹھا رکھے تھے جن پر ڈرون حملوں کے خلاف نعرے درج تھے۔ مقررین نے کہا کہ ڈرون حملے کرنے والے جہاز پاکستانی اڈوں سے پرواز کرتے ہیں جو ہمارے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ حکمران ڈالر وصول کر کے مسلمانوں کا خون بہا رہے ہیں اور دہشت گردی لاہور سمیت پاکستان کے دیگر علاقوں تک پھیلتی جا رہی ہے۔ امریکی حکومت پاکستان کی رٹ کی دھجیاں اڑا رہی ہے، جو ملکی سالمیت کے لئے تباہ کن ہے۔ بعد ازاں مظاہرین پرامن طور پر منتشر ہو گئے۔ مظاہرے میں 10 افراد نے شرکت کی۔

فیصل آباد: تنظیم اسلامی فیصل آباد کے زیر اہتمام امریکی ڈرون حملوں کے خلاف ایک ریلی کا آغاز بعد نماز ظہر صادق مارکیٹ مرکز تنظیم اسلامی حلقہ حلقہ پنجاب غربی سے کیا گیا۔ ریلی کے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب غربی کے امیر رشید عمر نے کہا ہے کہ جب سے یہ انکشاف ہوا کہ امریکہ پاکستان کے اندر موجود اپنے اڈوں سے قبائلی علاقوں میں حملے کر رہا ہے، ملک کے 90 فیصد پاکستانیوں کے سر شرم سے جھک گئے ہیں۔ دشمن نے حکمرانوں کو ڈالروں کی لت لگا دی ہے، جس سے مشرف حکومت کے خاتمے کے بعد بھی پاکستان کے قبائلی علاقوں میں ظلم و بربریت کا سلسلہ ختم نہیں ہوا۔ مسلمان بھائی بہنوں اور ان کے بچوں کے چیتھڑے اڑائے جا رہے ہیں اور پاکستانی فوج غیر ملکی جارحیت کا کوئی جواب نہیں دے رہی جو افسوسناک ہے۔ انجمن خدام القرآن فیصل آباد کے صدر ڈاکٹر عبدالسمیع نے ریلی سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ نام نہاد عوامی دور میں قبائلی علاقوں میں ڈرون حملوں میں اضافہ ہو گیا۔ حکومت امریکہ سے زندہ انسانوں اور انسانی لاشوں کے عوض ڈالر وصول کرنا بند کرے۔ انجمن شہریان فیصل آباد کی نمائندگی کرتے ہوئے معروف دانشور میاں محبوب جاوید نے میاں نواز شریف سے کہا کہ وہ ڈرون حملوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔

پشاور: حلقہ سرحد جنوبی کے زیر اہتمام ڈرون حملوں کے خلاف احتجاجی مظاہرہ 10 اپریل 2009ء بروز جمعہ بعد نماز عصر تا مغرب کیا گیا۔ تنظیم اسلامی پشاور شہر، پشاور غربی اور تنظیم اسلامی نوشہرہ اور حلقہ کے منفرد رفقاء و احباب نے مظاہرے میں بھرپور شرکت کی۔ شرکاء نے ٹی بورڈز اور بینرز اٹھا رکھے تھے، جن پر امریکی حملوں کے حوالے سے مختلف سلوگن درج تھے۔ چار رفقاء راستے کے دونوں جانب ہینڈبل تقسیم کرتے رہے۔ مظاہرہ جامع مسجد قاسم علی خان سے شروع ہوا اور قصہ خوانی، بازار مسگراں، چوک شہیدان، کابلی تھانہ، خیبر بازار اور شعبہ بازار سے ہوتا ہوا سویکارنو چوک میں اختتام پذیر ہوا۔ اس پروگرام میں 43 رفقاء اور 15 احباب نے شرکت کی۔ (مرتب: ابو اکرام)

MULTICAL-1000

Calcium+Vitamin C & B12 + Folic Acid Sachet

BOOST CALCIUM

BEFORE, DURING & AFTER PREGNANCY

TASTY and TANGY

MULTICAL-1000

2 IN 1

CALCIUM

The growing fetus needs calcium for developing strong bones & teeth.

FOLIC ACID

Essential during pregnancy to prevent Neural Tubular Defect (NTD) in the developing fetus.

Calcium Supplement Guidelines

Recommended Calcium Intakes	milligrams per day
Pregnancy	
Less than or equal to 18 years	1,300 mg
19 through 50 years	1,000 mg
Lactation	
Less than or equal to 18 years	1,300 mg
19 through 50 years	1,000 mg

Source: Institute of Medicine, National Academy of Sciences 2002

Vitamin B12

- Promotes growth in children
- Needed for Calcium absorption

Sweetened WITH ASPARTAME

Composition:

Each sachet contains:

• Calcium lactate gluconate	1000 mg
• Calcium carbonate	327 mg
• Vitamin C	500 mg
• Folic Acid	1 mg
• Vitamin B12	250 µg

PHARMA

NABIQASIM INDUSTRIES (PVT) LTD

www.nabiqasim.com

your Health our Devotion

M-1000/DMU/04-08